ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

مرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است

ایوانِ محمود ربوہ میں مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے نو تعمیر شدہ مرکز عطیہ خون کی عمارت

مرکز عطیہ خون کی عمارت کے افتتاحی مناظر منعقدہ ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء

محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ نے اِس عمارت کا افتتاح فرمایا
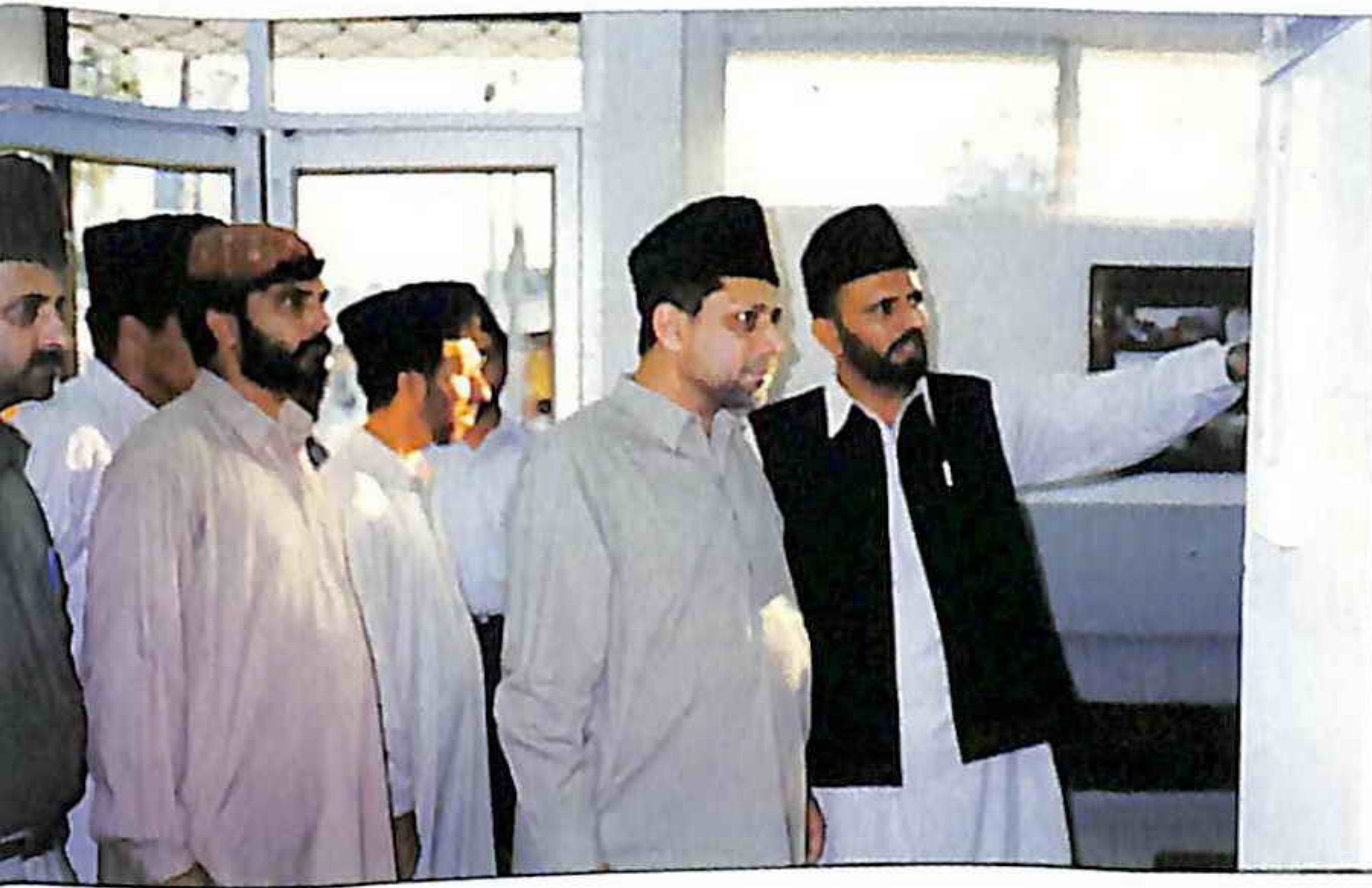
محترم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب مہمانِ خصوصی کو عمارت کا اندرونی حصّہ دکھاتے ہوئے

محترم صدر صاحب مجلس مہمانِ خصوصی کو عمارت کا تعارف کرواتے ہوئے

محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب مرکز عطیہ خون کا افتتاح فرماتے ہوئے

محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اظہار تشکر کرتے ہوئے

تقریب کے معزز شرکاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

احمدی نوجوانوں کے لئے

اخاء 1378 ہش

اکتوبر 1999ء

جلد 46 شمارہ 12

☆☆☆☆☆☆

فہرست مضامین

☆☆☆

قیمت پرچہ: -/7 روپے ☆ سالانہ چندہ: -/70 روپے

رابطہ آفس: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

پبلشر: مبارک احمد خالد   پرنٹر: قاضی منیر احمد   مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالمی جلسے اور عالمی بیعت کا ایک تاثر (۱۹۹۹ء)

☆☆☆☆☆

رَفتہ رَفتہ عالمی جلسے کا منظر یوں بڑھا
اللہ اللہ ! سارا عالم ایک جلسہ گاہ بنا

ایم ٹی اے کے واسطے سے جب سنی "ان" کی نوا
یوں لگا ہم ہجر کے ماروں سے "کوئی" آ ملا !

پہلے اٹھی فرش سے، پھر عرش سے نازل ہوئی
یوں سنی کانوں نے گویا اپنے آقا کی صدا

"اِسمَعُوا صَوتَ السَّمَاء" کا ایک نظارہ تھا یہ
بھا گئی ۔ ے اب کروڑوں کے دلوں کو یہ ادا

اَسوَد و اَحمر پئیں گے اب سبھی اس گھاٹ سے
اپنے اپنے ساتھ لائیں گے سبھی، رنگِ وَفا

یہ ندائے آسمانی پھیلتی ہی جائے گی
امتیازِ حق و باطل ہو رہا ہے بے خطا

عرشِ اعظم سے چلی ہے گویا رحمت کی نسیم
ہو گئی مقبول امجد پُر خطاؤں کی دُعا

(مکرم محمد یعقوب امجد صاحب، کھاریاں کینٹ)

سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ عہد خلافت کے زریں کارنامے

(مکرم اسد اللہ خان غالب صاحب)

جب ہم تاریخ مذاہب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی خدا کا کوئی نبی وفات پاتا ہے تو اس کے دشمن خوشی سے اچھل پڑتے ہیں۔ طاغوتی طاقتیں سر اٹھاتی ہیں۔ شیطانی ٹولے اپنے ترکش کے تمام تیر مومنین کی جماعت پر آزماتے ہیں۔ ایسی ایسی تعلیاں اور ظاہراً بلند بانگ مگر درباطن ہیچ دعاوی کا ایک غلغلہ بپا کر دیتے ہیں کہ فی الواقع مومنین پر یہ ایک کڑا وقت ہوتا ہے۔ ایسے میں اگر خدا کی رحمت مومنوں کے غموں کا سہارا نہ بنے اور خدا ان کے زخموں پر اپنے کرم کا پھاہا نہ رکھے تو یہ لوگ جیتے جی مر جائیں۔ لیکن خدا یہ پسند نہیں کرتا بلکہ تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب بھی ایسا واقعہ رونما ہوا خدا نے اپنے بندوں کی دستگیری فرمائی اور ان کی ڈولتی کشتی کو ساحل مراد سے ہمکنار کیا۔ اسی طرح جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرامؓ میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی اور تمام مہاجرین صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ ہاتھ میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ جس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ فوراً مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا بوسہ لیا اور پھر منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ "جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا"۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ (آل عمران۔ 145)

یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تقریر سے تمام صحابہ کو یقین ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واقعی وفات پا چکے ہیں۔ ادھر مہاجرین کا یہ حال تھا تو ادھر سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار صحابہ جمع تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی پر مشورہ کر رہے تھے۔ یہ مسئلہ ایسے نازک وقت میں اٹھا تھا کہ اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا جاتا تو بڑی نازک صورتحال پیدا ہو جاتی اور عجب نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بروقت اس کی اطلاع ہو گئی تو آپ فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن

الجراح رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے۔ یہاں دیکھا تو معاملہ نازک صورت اختیار کر چکا تھا۔ انصار مدعی تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی میں انہیں بھی حصہ ملنا چاہئے اور قریش کی جماعت کے ساتھ ان کی جماعت کا بھی ایک امیر یا نائب الرسول ہونا چاہئے لیکن ایک شخص کے دو جانشین ہونے کے نتائج بالکل ظاہر ہیں۔ اس لئے اس صورتحال کے قبول کرنے کے معنی خود اپنے ہاتھوں اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا تھا۔ اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہایت نرمی اور محبت سے انصار کو سمجھایا اور یہ برمحل تقریر کی کہ "مجھے تم لوگوں کے فضائل و مناقب اور تمہاری خدمات اسلامی سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ کسی اور خاندان کی قیادت تسلیم نہیں کرسکتے۔ پھر مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاندانی تعلق کی بناء پر آپ کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن الجراح موجود ہیں ان میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو آپ آگے بڑھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر فرمایا کہ آپ ہم سب میں بزرگ، ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقرب ہیں۔ اس لئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہر جماعت میں ایسی محترم تھی کہ اس انتخاب پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد مسلمان بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور یوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی برمحل تقریر اور بیعت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بصیرت سے اسلام ایک زبردست سانحہ کا شکار ہونے سے بچ گیا اور یوں حضرت ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہوگئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز بڑی مشکلات اور بڑے حوادث کے ساتھ ہوا۔ لیکن آپ نے اپنے تدبر، عاقبت اندیشی اور مذہبی بصیرت سے ان پر قابو پالیا۔ سب سے اہم فساد عرب کا ارتداد تھا۔ بہت سے قبائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسلام تو قبول کرلیا تھا لیکن ان کے دلوں میں وہ راسخ نہ ہوا تھا۔ اس لئے آپؐ کی وفات کے بعد وہ مرتد ہوگئے۔ دوسری جانب جھوٹے مدعیان نبوت کھڑے ہوئے۔ بعض قبائل نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا۔ غرض حضرت ابوبکرؓ کے مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی ہر طرف بغاوت کے آثار نمودار ہوگئے۔ ان مشکلات کے ساتھ ساتھ موتہ کی مہم علیحدہ درپیش تھی۔ جس کو آنحضرتؐ نے اپنے مرض الموت میں رومیوں سے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی ماتحتی میں شام بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ ابھی یہ مہم روانہ ہونے کو تھی کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا۔ اس حادثہ کے بعد جب عرب میں بغاوت کے آثار نمایاں ہوئے تو صحابہ کرام نے مشورہ دیا کہ ایسی حالت میں فوج کو مرکز خلافت سے دور بھیجنا مناسب نہیں۔ اس مہم سے پہلے ان فسادات کا تدارک ضروری ہے مگر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت سختی کے ساتھ انکار کیا اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے اگر مدینہ میں اتنا سناٹا ہو جائے کہ درندے آکر میری ٹانگیں نوچیں تب بھی میں اس مہم کو جس کی روانگی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا نہیں روک سکتا"۔

انہی انقلاب انگیز حالات میں آپ نے فوج کو روانہ کیا اور خود پاپیادہ مدینہ کے باہر تک اسے رخصت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ بظاہر ایسے نازک وقت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فوج روانہ کرنا مصلحت کے خلاف معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا اثر نہایت اچھا پڑا۔ اس سے ایک طرف تو بیرونی طاقتوں کے دلوں پر خوف بیٹھ گیا اور دوسری طرف فساد

برپا کرنے والوں کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ مسلمانوں کی قوت بہت زیادہ ہے۔ ورنہ ایسے حالات میں جب کہ اندرونی قبائل میں بغاوت بپا ہے وہ بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں اتنی بڑی فوج نہیں بھیج سکتے۔

باغی مدعیان نبوت کی سرکوبی

اس مہم کی کامیابی کے ساتھ واپسی کے بعد آپ نے جھوٹے مدعیان نبوت کے استیصال کی طرف توجہ فرمائی۔ گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں مدعیان نبوت پیدا ہو گئے تھے۔ اسود عنسی، طلیحہ اور مسیلمہ کذاب نے اسی زمانہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن آپ کی زندگی میں یہ جھوٹی آوازیں صدائے صداقت کے سامنے نہ ابھر سکیں۔ آپ کی وفات کے بعد اور بہت سے کم ظرفوں کے دماغ میں یہ سودا سما گیا۔ مرد تو مرد عورتیں تک اس خبط میں مبتلا ہو گئی تھیں۔ چنانچہ قبیلہ تمیم کی ایک عورت سجاح بنت حارث بھی نبوت کی دعویدار بن بیٹھی۔

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے استیصال کے لئے مختلف صحابہ کو مامور کیا۔ مسیلمہ کذاب کی مہم حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی اور حضرت عکرمہؓ ان کی مدد کے لئے مامور ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ طلیحہ بن خویلد کی طرف بڑھے۔ طلیحہ اور اس کے متبعین کو قتل و گرفتار کر کے تمیں قیدیوں کو مدینہ روانہ کیا۔ طلیحہ شام بھاگ گیا۔ پھر تجدید اسلام کر کے مسلمان ہو گیا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جنگ نہیں ہوئی تھی چونکہ طلیحہ کے پیروکار میں زیادہ تر قبیلہ طے تھا اور اس کے سردار حضرت عدی بن حاتمؓ نے اس قبیلہ کو دوبارہ مسلمان بنا لیا تھا۔ باقی دوسرے اتباع کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے شکست دے کر قتل و گرفتار کیا۔ طلیحہ شام بھاگ گیا اور وہاں جا کر بعد میں مسلمان ہو گیا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اور حضرت عکرمہؓ مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں تھے۔ حضرت عکرمہؓ نے حضرت شرحبیلؓ سے پہلے پہنچ کر مسیلمہ کے پیرو بنی حنیفہ پر حملہ کر دیا لیکن انہیں شکست ہوئی۔ ان کی شکست کی خبر سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جو طلیحہ کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے حضرت شرحبیلؓ کی مدد کے لئے بھیجا۔ مسیلمہ کذاب کے اتباع چالیس ہزار کی تعداد میں جمع تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک خونریز جنگ کے بعد بنی حنیفہ کو شکست فاش دی۔ مسیلمہ کذاب وحشی بن حربؓ کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ اس کی بیوی سجاح بنت حارث جو خود مدعیہ نبوت تھی شوہر کے قتل ہونے کے بعد بھاگ گئی اور بعد میں مسلمان ہو گئی۔ اس جنگ میں بہت سے حفاظ قرآن صحابہ شہید ہوئے۔ تیسرے مدعی نبوت اسود عنسی جس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی مارا گیا تھا، کی جماعت میں خود اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ اپنے ایک ساتھی قیس بن کشوح کے ہاتھوں نشہ کی حالت میں مارا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام جھوٹے مدعیان نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

باغی سرکش سرداروں کا قلع قمع

مدعیان نبوت کے خاتمہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان مرتد سرداروں کی طرف توجہ فرمائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن آپ کی وفات کے بعد باغی اور مرتد ہو گئے اور اپنی اپنی جگہ آزاد حکمران بن بیٹھے۔ چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں، لقیط بن مالک نے عمان میں اور متعدد سرداران قبائل نے کندہ کے علاقہ میں مرتد ہو کر خود سری کا اعلان کر دیا تو اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے علاء بن حضرمیؓ کو نعمان بن منذر کے مقابلہ کے لئے اور حذیفہ بن محصنؓ کو لقیط بن مالک کے مقابلہ کے لئے اور زیادہ بن لبیدؓ کو کندہ کے سرداران کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ چنانچہ علاءؓ نے نعمان کا استیصال کیا، حذیفہؓ نے لقیط کو قتل کیا اور زیادؓ نے

فرمانروایان کندہ کو زیر کر کے دوبارہ اسلام پر قائم کیا۔

منکرین زکوۃ کا فتنہ

ان سب سے اہم اور نازک معاملہ منکرین زکوۃ کا تھا۔ یہ لوگ اسلام پر قائم رہتے ہوئے صرف زکوۃ کے منکر تھے۔ اس لئے ان پر تلوار اٹھانے کے بارہ میں بعض صحابہ کرام نے اختلاف کیا اور کہا "جو لوگ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوۃ کے منکر ہیں ان پر کس طرح تلوار اٹھائی جاسکتی ہے"۔ اس موقع پر بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی دینی بصیرت اور عرفان شریعت سے فرمایا "خدا کی قسم جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بکری کا ایک بچہ زکوۃ دیتا تھا۔ اگر وہ اس کے دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے مقابلہ میں جہاد کروں گا"۔ آپ کے اصرار پر حضرت عمرؓ کو بھی آپ کی اصابت رائے کا اقرار کرنا پڑا کہ اگر آج انہیں زکوۃ نہ دینے پر چھوڑ دیا گیا تو کل صوم و صلوۃ کے منکر ہو جائیں گے اور اسلام ایک تماشا بن جائے گا۔ غرض حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت مستعدی کے ساتھ تمام منکرین زکوۃ قبائل کا مقابلہ کیا۔ آپ اس معاملہ میں اتنے حساس تھے کہ بنی عبس اور بنی ذبیان کے مقابلہ میں خود گئے اور انہیں زیر کیا۔ **آپ کی مستعدی اور استقامت سے چند دنوں میں تمام منکرین نے زکوۃ ادا کردی۔ اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مذہبی بصیرت، اصابت رائے اور استقلال و استقامت سے وہ تمام فتنے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دفعتہ بپا ہو گئے تھے دب گئے اور اسلام نے گویا دوبارہ زندگی پائی۔**

تمکنت دین

یہ تو تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اپنے عہد میں اٹھنے والے فتنوں کا سدباب کرنا۔ اب میں اپنے موضوع کے دوسرے پہلو کی طرف آتا ہوں جس میں ان انتظامات اور کارروائیوں کا ذکر کروں گا جو آپ نے تمکنت دین کے لئے اختیار فرمائیں۔

خلافت کا اصل مقصد تحفظ دین اور اس کے احکام کا قیام و نفاذ ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تحفظ دین میں بڑا اہتمام تھا۔ کوئی نئی بات جو عہد رسالت میں نہ تھی نہ ہونے دیتے تھے۔ گو عہد رسالت کے قرب کی وجہ سے اس کی ضرورت کم پیش آئی لیکن جہاں اس کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر آتا تھا اس کا تدارک فرماتے۔ اس میں احتیاط کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ کتابی صورت میں قرآن کی تدوین سے محض اس بناء پر تامل تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا تھا۔ حدیثوں کی روایت میں بڑے احتیاط اور چھان بین سے کام لیتے تھے۔ آپ نے تحفظ دین کے لئے اکابر صحابہ کا محکمہ افتاء قائم کر رکھا تھا۔ اسی طرح ملکی انتظامات کے جملہ امور آپ کی خلافت میں عہد رسالت کے نظام پر ہی قائم رہے۔ جس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس زمانہ میں کسی نظام کے بدلنے کی بھی زیادہ ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ آپ تمام اہم امور اکابر صحابہ کے مشورہ سے طے کرتے۔ اسی طرح حکام کے انتخاب میں بڑی احتیاط برتتے تھے اور حکومت کے عہدوں کے لئے انہی بزرگوں کا انتخاب کرتے تھے جو درسگاہ رسالت کے تربیت یافتہ تھے اور ان کو اسلامی نظام کے برقرار رکھنے کی نصیحت فرمایا کرتے۔

مالی انتظامات کے لحاظ سے آپ کے دور میں زکوۃ، عشر، جزیہ اور غنیمت کی آمدنی میں کافی اضافہ ہو گیا تھا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کوئی خزانہ قائم نہیں کیا بلکہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اسلامی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچتا اس کی بلا تفریق آزاد و غلام، ادنیٰ و اعلیٰ، مرد و عورت عام مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ اس مساوات پر کسی نے اعتراض کیا تو فرمایا فضل و منقبت اور شے ہے اس کو رزق کی کمی بیشی سے کوئی واسطہ نہیں۔ عہد خلافت کے آخر میں آپ نے

بیت المال کے لئے ایک عمارت بھی تعمیر کروائی۔

فوجی نظام کے لحاظ سے گوکہ آپ کے دور میں بھی تمام مسلمان عہد رسالت کی طرح ضرورت کے وقت خود ہی جوش جہاد میں جمع ہو جاتے لیکن آپ نے اتنا اضافہ ضرور کیا کہ ضرورت کے لحاظ سے فوج کی تقسیم قبائل اور دستوں کی صورت میں کر دی اور ان پر علیحدہ علیحدہ افسر مقرر کر دیئے۔ چنانچہ شام کی فوج کشی میں حضرت خالد بن ولیدؓ، یزید بن ابی سفیانؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے علیحدہ علیحدہ دستے تھے اور سب کے امیر العساکر حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ تھے۔ بیت المال کی آمدنی سے فوجی اخراجات کے لئے ایک رقم الگ نکال لیتے تھے جس سے اسلحہ اور باربرداری کے جانور خریدے جاتے تھے۔

آخر پر خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اقتباس سے مضمون کو ختم کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب میرے والد خلیفہ بنے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے سپرد امارت کا کام کیا تو چاروں اطراف سے فتنے جوش مارنے لگے اور مدعیان نبوت اٹھ کھڑے ہوئے اور منافقین اور مرتدین کی بغاوت نے جنم لیا۔ پس آپ پر ایسی مشکلات آئیں جو اگر پہاڑوں پر نازل ہوتیں تو وہ ٹکڑے ہو جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسولوں کا صبر عطا کیا یہاں تک کہ اللہ کی مدد کے ذریعے آپ نے مدعیان نبوت کو قتل کیا اور مرتدین کو ہلاک کیا اور تمام فتنوں کا خاتمہ کیا"۔

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

"خدا کی قسم آپ اسلام کے لئے آدم ثانی تھے اور آنحضرتؐ کے انوار کے مظہر اول تھے۔ گو وہ نبی نہ تھے لیکن رسولوں کے قویٰ رکھتے تھے۔ پس آپ کی وجہ سے باغ اسلام اپنی کامل خوبصورتی کی طرف لوٹا اور اس نے اپنی حقیقی زینت حاصل کی"۔

آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے شمار انوار نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے حسین و جمیل نقوش پا کو اپنی زندگیوں کے لئے رہبر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی صحت یابی کے لئے

دعا

میرے مولا! ہمیں ان کی ضرورت ہے

....

مگر ان کو شفا دے دے
ہمیں اُن کی ضرورت ہے
مرے مولا! ہمیں ان کی ضرورت ہے
مرے مولا! ابھی وہ مہرباں سایہ ہمارے سر پہ رہنے دے
دعائے نیم شب اُن کی ہمارے گھر پہ رہنے دے
ہماری بے سرو سامانیوں کا آسرا وہ ہیں
جب ان کا دل دھڑکتا ہے، ہماری سانس چلتی ہے
انہیں بس سوچ لینے سے
ہمارا دن نکلتا ہے، ہماری رات ڈھلتی ہے
میرے مولا! ہمیں ان کی ضرورت ہے
زمانہ کج ادائی پر اتر آئے، کوئی مایوس ہوجائے
ہم اُس آواز کو سنتے ہیں اور سرشار ہوتے ہیں
میرے مولا!
ابھی کچھ خواب ان آنکھوں میں باقی ہیں
اُنہیں تعبیر ہونے دے
یہ دنیا، راہ سے بھٹکی ہوئی دنیا
اسے تسخیر ہونے دے
میرے مولا! ہمیں ان کی ضرورت ہے
جو دل ایماں سے خالی ہیں، انہیں اُن کی ضرورت ہے
غلامانِ محمدؐ اور احمد کو ضرورت ہے

....

مگر اُن کو شفا دے دے

(ڈاکٹر عارف احمد صاحب ثاقب۔ لاہور)

میرا معتبر حوالہ کوئی ہے تو بس یہی ہے
تیری ایک نظر کا صدقہ میری ساری زندگی ہے

کہیں چاند رت نے چھیڑا تیری دلبری کا قصہ
کہیں پھول کی زبانی تیری بات چل پڑی ہے

تیرے رخ کی روشنی میں کبھی رات مسکرائی
تیرے سائے کی بدولت کبھی دھوپ سانولی ہے

تیرے چشم و لب کے صدقے میرے مست سُر کی بارش
کہیں حرف دوستی ہے کہیں رسم نغمگی ہے

بڑی رونقیں ہیں جاناں تیری چاہتوں کے ڈیرے
کہیں مست مست میلے کہیں جشن آگہی ہے

میرے خواب کا مسافر کہیں پھر پلٹ نہ جائے
یہی سوچ کر ہمیشہ میری نیند جاگتی ہے

میرے شہر جاں کے یوسف کوئی بھیج اب نشانی
تیری راہ تکتے تکتے میری آنکھ تھک گئی ہے

رشید قیصرانی
4.10.1999

یورو EURO

(مکرم مقبول احمد صاحب مبشر۔ لاہور)

تعارف

یورو یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے مغربی یورپ کے گیارہ ممالک جرمنی، فرانس، اٹلی، سپین، پرتگال، لکسمبرگ، ہالینڈ، آسٹریا، بلجیئم، فن لینڈ اور آئرلینڈ کی مشترکہ کرنسی کے طور پر متعارف کروائی گئی۔ یورپین یونین کے کل پندرہ ممالک میں سے تین ممالک انگلینڈ، ڈنمارک اور سوئٹزرلینڈ نے فی الحال بوجوہ یورو کرنسی کو نہ اپنانے کا فیصلہ کیا ہے وہ ۲۰۰۲ء تک یورو کی کارکردگی دیکھ کر اسے اپنانا چاہتے ہیں جب کہ یونان کی معیشت کو مطلوبہ معیار تک پہنچنے کیلئے کئی سال درکار ہیں۔ یوں یونان خواہش کے باوجود یورو کو اپنانے سے قاصر ہے۔

مختصر تاریخ

مورخین یورپین یونین کے چھ ممالک جرمنی، فرانس، بلجیئم، ہالینڈ اور لکسمبرگ کے درمیان بننے والی Economic Coal and Steel Community ۱۹۵۲ء کو متحدہ یورپ کی طرف پہلا قدم کہتے ہیں۔ پھر ۱۹۵۷ء میں ان ہی چھ ممالک کے درمیان European Economic Community کے قیام کا معاہدہ اس منزل کی طرف انتہائی اہم پیش رفت تھی۔ پھر ۱۹۸۵ء کے بعد یوروپین کمیشن نے سنگل یوروپین مارکیٹ بنانے کیلئے مربوط انتظامی ڈھانچہ تیار کیا جسے ۱۹۹۳ء میں عملی جامہ پہنایا گیا۔

۱۹۹۲ء میں ہونے والے Maastricht Treaty میں یورپین ممالک نے 1999ء تک واحد کرنسی جاری کرنے کا اعلان کیا اور مختلف ممالک کو معاشی حالات بہتر بنانے، Inflation اور سود ریٹ کو کنٹرول کرنے کے ساتھ ساتھ بجٹ کے خسارے کو کم کرنے کیلئے کہا گیا۔ اور یوں مطلوبہ معیار تک پہنچنے والے گیارہ ممالک نے یکم جنوری 1999ء کو یورو کو اپنایا۔

یورو اور دیگر تمام کرنسیوں میں فرق

یورو اور آج تک دنیا میں متعارف کروائی جانے والی تمام کرنسیوں میں مندرجہ ذیل دو بہت نمایاں فرق ہیں۔

الف:۔ یورو کسی ایک ملک کی کرنسی نہیں اور نہ ہی یورو کے معاملات کوئی ایک ملک کنٹرول کرے گا۔

ب:۔ دنیا کی تمام دیگر کرنسیاں پہلے بطور لین دین کے ذریعہ یعنی

Medium of Exchange کے طور پر متعارف کروائی گئیں۔ پھر Accounting میں ان کو بطور معیار (Standard) استعمال کیا گیا اور پھر وہ کرنسی ملک کے معاشی حالات میں اپنا اثر دکھاتی۔ جب کہ یورو کے معاملہ میں ترتیب برعکس ہے یعنی یورو سب سے پہلے یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے بطور معیار Standard متعارف کروائی گئی اور تین سال بعد یکم جنوری ۲۰۰۲ء سے یورو کے نوٹ باقاعدہ گردش میں آجائیں گے۔

یورو کا نفاذ

یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے ۱۱ یورپین ممالک نے اسے بطور Accounting Standard تو اپنا لیا ہے لیکن یورو کرنسی ۲۰۰۲ء سے باقاعدہ گردش میں آئے گی۔ اس وقت مندرجہ بالا گیارہ ممالک Book Keeping، Vouching، Accounting اور Pricing کیلئے یورو کو استعمال کر رہے ہیں۔ یعنی Accounitng Books میں تمام لین دین یورو کی شکل میں درج کیا جا رہا ہے جب کہ Physically ان ممالک کی اپنی کرنسی ہی گردش میں ہے۔ تاہم جنوری ۲۰۰۲ء سے ان ممالک کی اپنی کرنسی ختم ہو جائے گی اور یورو کے نوٹ گردش کرنے لگیں گے۔ جب کہ ۱۹۹۹ء اور ۲۰۰۲ء کی درمیانی مدت میں یورو ہر ملک کی کرنسی کے Sub-unit کے طور پر کام کرے گی۔ ایسے ہی جیسے کہ ہمارے ہاں پیسہ روپے کے Sub-unit کے طور پر کام کر رہا ہے۔ اس درمیانی مدت میں ان گیارہ ممالک کی آپس کی لین دین کا اندراج یورو میں ہو گا جب کہ دیگر تمام ممالک یورو کو اپنانے یا نہ اپنانے کے فیصلہ میں آزاد ہیں۔ تاہم اکثر پاکستانی اکسپرٹ کو اب یورپین کاروباری اداروں نے اپنی قیمتیں ڈالر یا روپے کے ساتھ ساتھ یورو میں بھی لکھنے کو کہا ہے۔

یورو کے معاملات

ممبر ممالک کی Monetary Policy فرینکفرٹ جرمنی میں واقع E.C.Bank طے کرے گا۔ یعنی E.C.B کا بنیادی مقصد تمام ممبر ممالک میں Price stability قائم کرنا ہے۔ جب کہ Fiscal Policy کی تبدیلی پر ممبر ملک کی اپنی صوابدید پر ہو گا۔ لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ Monetary اور Fiscal پالیسی کی کامیابی کیلئے ان دونوں کا ایک ہی سمت میں گامزن ہونا لازمی ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ کسی ملک کی مالیاتی پالیسی E.C.B کی Monetary Policy سے مختلف ہو ایسی صورت حال میں کسی کو کیا کردار ادا کرنا ہو گا یہ فی الحال واضح نہیں۔ نیز یورو کے International Relations سے متعلقہ امور کون دیکھے گا یہ بھی وقت ہی بتائے گا۔

یورو کو سیاسی دباؤ سے آزاد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے۔ صرف انتہائی غیر معمولی حالات میں ممبر ممالک کے گیارہ Finance Ministers پر مشتمل یورپین کلب عمومی ہدایات دے سکتا ہے۔ جسے اختیار کرنا یا نہ کرنا E.C.B کے اختیار میں ہو گا۔

یورو کی اہمیت

یورو نہ صرف ممبر ممالک بلکہ تمام دنیا کیلئے بہت اہم ہے کیونکہ

۱۔ آئندہ ان گیارہ ممالک کے ساتھ Dealing کیلئے یورو لازمی ہے۔ جس کا اثر تمام متعلقہ اداروں اور حکومتوں کے Final Accounts اور زر کے ذخائر پر ہونا لازمی امر ہے۔

۲۔ تمام متعلقہ حکومتوں کے موجودہ Account Balances بھی اس سے یقیناً متاثر ہونگے۔

3۔ یورو لینڈ اور دیگر ممالک کے Investments Profolio کے ساتھ Pattern بھی یورو کی قیمت سے

متاثر ہونگے۔
۴۔ تمام دنیا کی حکومتوں کو اب ڈالر میں موجود ذخائر کو اپنے یورپ سے ہونے والے کاروبار کی نسبت سے تبدیل کرنا ہوگا۔ جس سے ڈالر کی طلب پر منفی اثر ہوگا۔
۵۔ غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی کیلئے ڈالر اور ین کی قیمت انٹرنیشنل مارکیٹ میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اور ڈالر اور پاؤنڈ کی آنے والے دنوں میں قیمت کے تعین میں ان ممالک کا کردار کلیدی ہوگا۔ کیونکہ یورو کی قیمت ان گیارہ ممالک کے معاشی حالات پر منحصر ہے جب کہ یورو کی وجہ سے ڈالر اور دیگر تمام انٹرنیشنل کرنسیوں پر بھی فرض پڑے گا۔

یورو کی فوقیت

یورو کے ممبر ممالک کا معاشی استحکام ایک مسلمہ حقیقت ہے پچھلے تین سالوں میں ان تمام ممالک سے کم جب اوسطاً رہا ہے۔ ان گیارہ ممالک کے پاس تین سو ارب ڈالر کے ذخائر موجود ہیں جو کہ جاپان کے دو سو گیارہ ارب ڈالر' چائنہ کے ۱۴۴ ارب ڈالر اور امریکہ کے ۶۵ ارب ڈالر سے کہیں زیادہ ہیں۔ جب کہ یورپ میں موجود غیر ممبر ممالک کے پاس ۷۷۵ ارب ڈالر کے غیر ملکی کرنسی کے ذخائر موجود ہیں جن کا اکثریتی حصہ اب غالب امکان ہے کہ آہستہ آہستہ یورو میں تبدیل ہو جائے گا۔ جب کہ چائنہ اپنے ۱۴۴ ارب ڈالر کے ۱/۳ کو اور جاپان ۲۱۱ ارب ڈالر کے پچیس فیصد کو یورو میں تبدیل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بین الاقوامی طور پر ۷۰۰ ارب ڈالر سے زیادہ کے ذخائر کی یورو میں تبدیلی سے ڈالر کی طلب چالیس فیصد کم ہونے کا امکان ہے۔ یوں یورو کو ان ممالک کی مشترکہ کرنسی ہونے کی وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہوگی۔
چونکہ انوسٹر کو اب تمام ممبر ممالک سے معاملات طے کرنے کیلئے ایکسچینج ریٹ پر اٹھنے والے اخراجات نہ ادا کرنا ہونگے۔ اور تمام ممبر ممالک کی آبادی اور مارکیٹ ان کیلئے ایک مارکیٹ کی صورت میں ہونگے جس سے ان کیلئے اس خطے میں انوسٹمنٹ مزید پر کشش ہوگی۔
جیسا کہ اس وقت امریکہ کو ڈالر کی انٹرنیشنل اہمیت کی وجہ سے بے شمار مالی فوائد حاصل ہیں اسی طرح ان ممالک کو یورو کی عالمی اہمیت کے فوائد حاصل ہونگے۔ امید ہے کہ ۲۰۰۲ء میں French Franc اور Deuch Mark کے ختم ہونے کے بعد ورلڈ بینک یورو کو Special Draniy Rights کیلئے استعمال کی اجازت دے دے گا جس سے یورو کی اہمیت مزید بڑھے گی۔

پاکستان اور یورو

پاکستان کی تیس فیصد برآمدات یورپ کو جب کہ چوبیس فیصد Europen Union کو ہے۔ پاکستان یورپ کے ان گیارہ ممالک سے ۷۶۰ ملین ڈالر کا مثبت Balance of Payment رکھتا ہے۔ اسی لئے پاکستانی حکام نے فوری طور پر یورو میں ذخائر نہ رکھنے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اگر آنے والے سالوں میں بھی پاکستان کا ایسا ہی مثبت بیلنس آف پے منٹ رہا تو پاکستان خود بخود ذخائر حاصل کرے گا۔
پاکستان کے غیر ملکی قرضوں میں بیشتر حصہ ڈالر کا ہے اور اگر ڈالر کی طلب کم ہونے سے ڈالر کی قدر کم ہوتی ہے تو پاکستان کو اپنے غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی میں کافی سہولت حاصل ہو جائے گی۔

یورو کی کارکردگی

یکم جنوری ۱۹۹۹ء سے آج تک بالعموم یورو کی کارکردگی بہتر رہی ہے اور یورو کی قدر مستحکم رہی ہے۔ تاہم یورو کی اصل کارکردگی کا اندازہ ۲۰۰۲ء میں لگایا جا سکے جب کہ یورو گردش میں آئے گی۔

فاتح عراق حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

(تحریر فرید احمد نوید صاحب)

وہ وقت بہت ہی کٹھن ہوا کرتا ہے جب کسی انسان کو دو محبوب چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے۔ ایسے مواقع حقیقی محبت کی پہچان کروا دیتے ہیں اور یہ بتا دیتے ہیں کہ کونسی چیز درحقیقت سب سے بڑھ کر پیاری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی میں بھی ایک ایسا ہی موقعہ آیا جب واضح طور پر دو محبتیں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی ہوگئیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت تھی جب کہ دوسری طرف پیار کرنے والی ماں تھی۔ بظاہر فیصلہ مشکل تھا لیکن آپ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے خدا کی محبت کو ترجیح دی اور اس کے مقابل ہر ایک چیز کو رد کر دیا۔ آپ کے خدا نے بھی اس فیصلے کی قدر دانی کی اور آپ کو اسلام کے افق کا ایک روشن ستارہ بنا دیا۔ ایک ایسا ستارہ جس کی آب و تاب اب بھی قائم ہے۔

عظیم فیصلہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ سوچا۔ بہتیرا غور کیا لیکن فیصلہ کرنا واقعی بڑا مشکل تھا۔ ایک طرف محبت کرنے والی ماں تھی جو آج اپنی محبت کا امتحان لینا چاہ رہی تھی اور دوسری طرف ایمان تھا جو اپنے تقاضے پورے کرنے کی صدا دے رہا تھا۔ یہ فیصلہ اس لئے مشکل نہیں تھا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے ایمان اور ماں کی محبت میں سے ایک کا انتخاب نہیں کر پا رہے تھے بلکہ حقیقتاً یہ فیصلہ اس لئے مشکل تھا کہ آپ دونوں طرف خدا کے احکامات موجود پاتے تھے۔ ایک طرف والدین سے محبت اور ان کی اطاعت کا حکم موجود تھا تو دوسری طرف اپنے ایمان کو مضبوطی سے قائم رکھنے کا حکم تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ خود کو ایک عجیب کشمکش میں پا رہے تھے جس سے نکلنے کی کوئی راہ سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ آپ کی والدہ حمنہ نے آپ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تمہیں اپنی ماں یا اپنے ایمان میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا کیونکہ اگر تم نے اسلام ترک نہ کیا تو میں ہرگز کچھ نہیں کھاؤں گی یہاں تک کہ بھوک کی وجہ سے میری جان نکل جائے۔ ابتداء میں تو یہ بات محض ایک جذباتی دھمکی معلوم ہو رہی تھی لیکن اب جب کہ حمنہ چوبیس گھنٹے سے بھوک ہڑتال کئے بیٹھی تھیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی پریشانی بجا تھی۔ آپ نے بہت کوشش کی لیکن آپ کی والدہ اپنے موقف پر ڈٹی ہوئی تھیں اور ان کا خیال تھا کہ مزید کچھ دیر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ یقیناً ان کی بات مان لیں گے۔ یہ تمام صورت حال کچھ ایسی پریشان کن ہوگئی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ اس بارے میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے مشورہ کرلیں۔ چنانچہ آپ آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور میں نے اسلام کو ایک سچے مذہب کے طور پر قبول کیا ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لیکن میری ماں میری اس حرکت پر سخت ناراض ہے اس کا کہنا ہے کہ اگر میں نے اسلام ترک نہ کیا تو وہ بھوکی مر جائے گی۔ اب آپ ہی مشورہ دیں کہ میں کیا کروں؟ حضور اکرم ﷺ نے آپ کا مسئلہ سنا اور جواب میں سورہ لقمان کی وہ آیت تلاوت فرمائی جس میں مومنوں کو سمجھایا گیا ہے کہ اگر ماں باپ مشرک ہوں اور وہ اپنی اطاعت کے نام پر شرک کی طرف بلائیں اور اس بات پر اصرار کریں کہ خدائے واحد کی پرستش چھوڑ دو تو اس معاملے میں ہرگز ان کی اطاعت نہیں کرنا کیونکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت والدین کی اطاعت پر مقدم ہے۔ لیکن اس بات کے باوجود عام دنیاوی تعلقات میں ان سے حسن سلوک کرتے رہنا۔ (سورة لقمان آیت ۱۶)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو یوں محسوس کیا گویا یہ آیت آپ ہی کو مدنظر رکھ کر اتاری گئی ہے کیونکہ آپ کی پریشانی کا اس سے بہتر جواب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ گھر واپس آئے اور بھوک کی وجہ سے کمزور ہوتی ہوئی اپنی والدہ کو مخاطب کر کے کہا۔

"اے میری ماں! اگر تجھ میں ایک ہزار جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے تو ایک ہزار مرتبہ میرے سامنے دم توڑے تب بھی میں ہرگز اس بناء پر اپنے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ جواب تھا ایک محبت کرنے والے فرمانبردار بیٹے کا جو اپنی ماں کو چاہتا تھا لیکن اس بات سے قاصر تھا کہ ماں کی محبت پر خدا کی محبت کو قربان کر دے۔ وقت کی آنکھ نے اس منظر کو دیکھا اور پھر ہمیشہ کیلئے امر کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے احتجاج جاری رکھا اور بہت کوشش کی کہ کسی طرح آپ ان کی بات مان لیں لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تو اسی پر عزم ماں کے بیٹے تھے جب ان کی والدہ شرک پر اس قدر اصرار کر رہی تھیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اپنے اسلام اور ایمان پر کیونکر نہ پختہ ہوتے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی والدہ نے تین روز تک اس بھوک ہڑتال کو جاری رکھا لیکن جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا استقلال اور عزم دیکھا تو نرم پڑ گئیں اور احتجاج ختم کر دیا۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فی فضل سعد ابن ابی وقاص)

پر عزم اور پر یقین حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت ابتدائی زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے۔ اس وقت جب کہ ابھی مکہ میں اسلام کمزوری کی حالت میں تھا اور مسلمان مصائب کی چکی میں پیسے جا رہے تھے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معرفت اسلام کا پیغام سنا اور ابھی اسے قبول کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ ایک رات آپ نے ایک خواب دیکھا جس نے اسلام کی سچائی پر آپ کے یقین کو مستحکم کر دیا۔

ایک خواب اور قبول اسلام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب سے اسلام قبول کیا تھا آپ کی بھرپور کوشش تھی کہ اس پیغام کو جلد از جلد شرفائے مکہ تک پہنچائیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ بڑی حکمت اور خوبصورت انداز سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی جو اپنے والد کی کنیت ابووقاص کی بناء پر سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کہلاتے ہیں آپ کی اس تبلیغ کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہو گئے لیکن ابھی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ آیا مسلمان ہو جائیں یا نہیں۔ انہی دنوں ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہیں اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ اچانک اس اندھیرے میں ایک چاند طلوع ہوتا ہے جس کی روشنی ہر طرف بکھر جاتی ہے۔ آپ خواب میں ہی اس چاند کی طرف چلنا شروع کرتے ہیں اور پھر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ سے پہلے کچھ اور لوگ بھی اس چاند کی طرف جا رہے ہیں۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ آپ جب بیدار ہوئے تو اس خواب پر غور کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی آپ کو اسلام کی روشن تعلیمات کے بارے میں بتا چکے تھے۔ ان کا اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانا ایک ایسا امر تھا جو بہت واضح اور روشن تھا۔ آپ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کرتے ہوئے اس خواب کے ذریعے سے میری راہنمائی فرمائی ہے اس لئے اب اسلام قبول کرنے میں توقف کرنا آپ کو مناسب نہ معلوم ہوا۔ آپ ایک جوش اور ولولے کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا اسلام قبول کیا اور پھر ہمیشہ کیلئے اپنا سر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا۔

ابتدائی حالات

حضرت سعد رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ سے عمر میں قریباً ۲۱ برس چھوٹے تھے لیکن

رشتے کے لحاظ سے آپ کے ماموں بنتے تھے۔ یہی وجہ تھی حضور اکرمؐ پیار سے مذاق کرتے ہوئے آپ کو "میرا ماموں" کہتے تھے نیز محبت سے فرماتے تھے سعد میرے ماموں ہیں کیا کسی اور کا ایسا ماموں ہے؟

(ترمذی ابواب المناقب)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کا تعلق قریش کے ایک ممتاز قبیلے بنو زہرہ سے تھا اور یہ وہی قبیلہ ہے جس سے آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کا تعلق تھا۔ آپ کے والد کا نام مالک تھا اور ان کی کنیت ابو وقاص تھی اسی وجہ سے آپ کو سعد بن مالک یا سعد بن ابی وقاص کہا جاتا تھا۔ عمر میں آنحضرت ﷺ سے کافی چھوٹے ہونے کے باوجود اسلام کے آغاز میں ہی مسلمان ہونے کا شرف حاصل کیا اور صرف ۱۹ سال کی عمر میں ہی ایمان لے آئے۔

آپ کے ایمان قبول کرنے پر اپنے اور پرائے سب آپ کے دشمن ہو گئے۔ گھر والوں نے بھی اس جرم میں تعلق توڑ لیا اور وہ سعدؓ جو قریش کے ایک ممتاز قبیلے کے فرد تھے مکہ کی گلیوں میں ذلیل اور رسوا کئے جانے لگے۔ لیکن یہ تمام ذلتیں اور تکالیف اس خدا کی خاطر تھیں جو تمام عزتوں کا مالک اور عزتیں عطا کرنے والا ہے۔ پس اس قادر خدا نے اپنے اس وفادار بندے کی حالت کی قدر دانی کی اور پھر دنیا نے وہ زمانے بھی دیکھے جب آپ ملکوں کے فاتح بنے اور خصوصاً "فاتح عراق" کے لقب سے مشہور ہوئے۔ لیکن یہی سعدؓ بن ابی وقاص ایک وقت میں اپنے آقا کے ساتھ کفار مکہ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ جوں جوں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا کفار کے غیض و غضب میں بھی اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا اور نبوت کے چھٹے سال تو اس غصے کی انتہاء ہو گئی اور قریش مکہ کا ضبط جواب دے گیا۔ انہوں نے طے کیا کہ جیسے بھی ہو اب اس نئے دین کا خاتمہ کیا جائے۔ وہ اپنے زعم میں یہی سمجھ رہے تھے کہ چونکہ ابھی انہوں نے سختی نہیں کی اس لئے اسلام پھیلتا جا رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے طے کیا کہ تمام مسلمانوں کا بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان سے ہر قسم کے سماجی تعلقات منقطع کر لئے جائیں۔

شعب ابی طالب میں محصوری

محرم ۷ نبوی میں اس قسم کا ایک معاہدہ طے پایا جسے باقاعدہ طور پر لکھ کر تمام رؤساء قریش نے اس پر دستخط کئے اور اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا گیا۔ یہ ایک انتہائی تکلیف دہ معاہدہ تھا جس کی رو سے مسلمان ہر قسم کے حقوق سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی بستی کے رہنے والے کمزور مسلمان زندگی کی بنیادی ضروریات بھی حاصل نہ کر سکتے تھے۔ دکانداروں نے کھانے پینے کی چیزیں فراہم کرنا بند کر دی تھیں۔ عزیز رشتہ داروں نے بات چیت کرنا اور مدد کرنا چھوڑ دیا تھا۔ یوں آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ انتہائی مشکل دور گزار رہے تھے۔ لیکن اس سب ظلم و ستم کے باوجود آپ کے جانثار صحابہ کے عزم اور استقلال میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ دکھوں کی یہ بھٹی مسلمانوں کو کندن بنا رہی تھی اور انہی عظیم صحابہ میں سے ایک حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ یہ چھوٹی سی مظلوم جماعت کفار مکہ کے مظالم کے نتیجے میں مکہ کی ایک گھاٹی شعب ابی طالب میں محصور ہو چکی تھی اور محض خدا کی رحمت اور فضل کی آس پر دن گزار رہی تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ دن بہت ہی سخت تھے۔ چونکہ کھانے کیلئے کوئی چیز میسر نہ تھی اس لئے ہم لوگ درختوں کے پتے اور جڑی بوٹیاں وغیرہ کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ کبھی کہیں سے چمڑے کا کوئی ٹکڑا مل جاتا تو اسے پانی میں بھگو کر نرم کر کے کھا لیتے۔ لیکن یہ ابتلاء کوئی ایک دن کا تو نہیں تھا۔ پورے تین سال اس تکلیف میں گزرے اور صحابہ کے ساتھ عجیب عجیب واقعات پیش آئے۔ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان محصوری کے ایام میں ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میں کئی روز سے بھوکا تھا اور بھوک کی وجہ سے حالت خراب تھی۔ کھانے کی کوئی چیز نہ مل سکی تھی جس سے میں اپنی بھوک مٹاتا۔ اچانک رات کے وقت چلتے ہوئے مجھے اپنے پاؤں کے نیچے کوئی نرم سی چیز محسوس

ہوئی۔ بھوک کا یہ عالم تھا کہ میں نے بلاتوقف وہ چیز اٹھائی اور بغیر دیکھے اسے نگل لیا۔ آپ بعد میں کہا کرتے تھے کہ مجھے آج تک معلوم نہیں کہ میں نے وہ کیا چیز کھائی تھی۔

یہ حال تھا رسول اللہ ﷺ کے جانثار صحابہ کا جنہوں نے محض جنگوں کے ہنگامی حالات میں ہی قربانیوں کی داستانیں رقم نہیں کیں بلکہ روز مرہ کے ایسے معاملات میں جہاں انسان روز جیتا ہے اور روز مرتا ہے وہاں بھی سچائی کی راہ سے قدم پیچھے نہیں ہٹائے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ تمام ظلم کسی ایک صحابی کو بھی رسول اللہ ﷺ سے دور نہ کر سکے۔ اور ہر مشکل کے باوجود یہ لوگ آپ کے قدموں سے علیحدہ نہ ہوئے اور یوں تاریخ عالم میں ان سنہرے ابواب کا اضافہ ہوا جو صرف انہی لوگوں کا امتیاز تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے شرک کیلئے تین دن کی بھوک ہڑتال کی تھی لیکن ان کے عظیم فرزند نے سچے دین اسلام کیلئے تین سال کی اس بھوک کو ہنس کر گلے لگایا اور قربانی کی ان راہوں پر آگے سے آگے بڑھتے چلے گئے۔

معاہدہ ٹوٹ گیا

وقت اچھا ہو یا برا بہرحال گزر جایا کرتا ہے۔ یہ مشکل وقت بھی گزر گیا اور قریباً تین سال بعد قریش مکہ میں سے ہی بعض لوگ اس ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس بات پر شدید احتجاج کیا کہ ہم نے محض عقیدے کے فرق کی بناء پر ان کمزور مسلمانوں پر مظالم کی انتہا کر دی ہے اب یہ سلسلہ بند ہونا چاہئے۔ کیونکہ صرف اس بناء پر کہ کوئی شخص عقیدے کے اعتبار سے ہم سے مختلف ہے اس پر ظلم روا رکھنا انسانیت کی توہین ہے کسی انسان کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ عقیدے اور ایمان کے فرق کو بنیاد بنا کر دوسرے انسان کے حقوق تلف کرے۔ انہیں مارے پیٹے ان پر ظلم کرے اور ایسے ظالمانہ طریق پر بائیکاٹ کر کے انہیں زندہ رہنے کے بنیادی حقوق سے محروم کر دے۔ یہ بات ایسی تھی کہ کفار مکہ میں سے بھی کچھ رئیسوں کو سمجھ آ گئی اور یوں یہ انسانیت سوز معاہدہ ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان کسی حد تک آزاد ہو گئے۔ لیکن یہ آزادی بھی ابھی بہت سی تکلیفوں پر مشتمل تھی اور مکہ کی گلیاں اب بھی مسلمانوں کیلئے آزمائش گاہ بنی ہوئی تھیں۔ قدم قدم پر آوازے کسے جاتے تھے۔ کمزوروں کو پکڑا اور مارا جاتا تھا۔ اور ظلم کے ہاتھ کو ہر قسم کی آزادی حاصل تھی۔

ہجرت مدینہ

دکھوں کی اس طویل رات کے بعد بالآخر ۱۳ نبوی میں ایک روشن صبح طلوع ہوئی جس نے غم کی تاریکیوں کو دور کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسلمانوں کو اور خود آنحضرت ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔ مسلمان ایک ایک کر کے مکہ چھوڑنے لگے اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی ان لوگوں میں شامل تھے۔ آپ مدینہ پہنچے اور اپنے سگے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے ہاں قیام پذیر ہو گئے۔ عتبہ آپ کے سگے بھائی تھے جو مسلمان تو نہ تھے لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے تھے۔ عتبہ بھی مکہ سے فرار ہو کر مدینہ آئے تھے کیونکہ ان کے ہاتھوں مکہ میں ایک شخص قتل ہو گیا تھا جس کی وجہ سے یہ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔ (الطبقات الکبیر جلد ۳ ذکر سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص)

ایک نیا دور

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی زندگی ایک نئے دور میں داخل ہو چکی تھی۔ مکہ کے مشکل حالات نے آپ کو کندن تو بنا ہی دیا تھا لیکن اس دوسرے دور میں بھی آپ کی عظیم صلاحیتیں ظاہر ہوئیں۔ آپ ایک بے مثل سپاہی، عظیم قائد اور شجاع انسان تھے۔ اور اس نئے دور میں آپ کو اپنی بہادری کے جوہر دکھانے کا بھرپور موقعہ ملا۔

آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں عربوں میں سے پہلا عرب ہوں جس نے اللہ کی راہ میں تیر چلایا اور صرف غزوات اور سرایہ ہی میں نہیں بلکہ عام حالات میں بھی آپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر رہنے اور مختلف فرائض سرانجام دینے کی توفیق حاصل ہوتی رہی۔

یہ بھی مدینہ کے ابتدائی ایام کا ہی ایک واقعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ ان ابتدائی دنوں میں ہر لحاظ سے احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ ایک رات اسی احتیاط کے خیال سے حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش میرے مخلص صحابہ میں سے کوئی آج پہرہ دے تاکہ میں پر سکون نیند سو سکوں۔ اس خواہش پر ابھی کچھ دیر ہی گزری ہو گی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہم نے کسی شخص کے آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی کھنکھناہٹ سنی۔ حضور نے آواز دے کر پوچھا کہ کون ہے؟ جواب ملا کہ حضور آپ کا غلام سعد حاضر ہونا چاہتا ہے۔

آپ نے پوچھا کہ اس وقت کیسے آنا ہوا؟ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے عرض کیا یا رسول اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حالات کا تقاضہ ہے کہ مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہرہ دینا چاہئے سو میں حاضر ہو گیا۔ حضورؐ نے یہ سن کر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ سعدؓ کو دعائیں دیں اور اپنے اس غلام کے پہرے میں پر سکون نیند سو گئے۔

(مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب فی فضل سعد ابن ابی وقاص)

پھر وقت آیا اور اس بہادر سپاہی کو اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آگے پیچھے دائیں اور بائیں لڑنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ہر ایک غزوے میں شریک ہوئے اور اپنی بہادری کی داستانیں رقم کیں۔ تیر اندازی میں آپ کی مہارت دیدنی تھی۔ کئی غزوات میں حضور ﷺ نے آپ کی تیر اندازی کی تعریف فرماتے ہوئے آپ کو دعائیں دیں۔ لیکن آپ صرف ایک تیر انداز ہی نہ تھے بلکہ گھمسان کی جنگ میں آپ تیر و تلوار کے ہر ایک پہلو پر حاوی ہوتے تھے۔ اور جنگ احد کے دن جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اچانک حملے کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے آپ ان بہادر سپاہیوں میں شامل تھے جنہوں نے آنحضور ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑا تھا بلکہ دلیری اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے آقا کی حفاظت کیلئے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھے آپ کے ساتھ موجود رہے۔ آپ کی یہ جرات اور بہادری کچھ تو اعلیٰ ایمان کی بدولت تھی اور کچھ فطری اور خاندانی طور پر آپ میں یہ اعلیٰ صلاحیتیں موجود تھیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی عمیر بن ابی وقاص کا واقعہ شہادت آپ کی اس خاندانی دلیری پر بہت کافی گواہ ہے۔ عمیر محض سولہ سال کے تھے جب جنگ بدر ہوئی اپنے جسم کے اعتبار سے یہ ابھی جنگ کے قابل معلوم نہ ہوتے تھے مگر جوش ایمانی اور فطری دلیری کی وجہ سے ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح آنحضرت ﷺ کے شانہ بشانہ جنگ بدر میں شامل ہو جائیں۔ لیکن باوجود چھپنے کی کوشش کے حضور ﷺ نے انہیں دیکھ لیا اور چھوٹا سمجھ کر ارشاد فرمایا کہ تم ابھی چھوٹے ہو اس لئے جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے۔ عمیر نے یہ سنا تو غم کے مارے رو پڑے کہ میں خدا کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش نہیں کر پا رہا۔ حضورؐ نے جب ان کا جوش اور جذبہ دیکھا تو انہیں جنگ میں شریک ہونے کی اجازت دے دی۔ یوں یہ سولہ سال کا نوجوان جنگ بدر میں شریک ہوا اور دلیری کے ساتھ لڑتا ہوا خدا کی راہ میں شہید ہو گیا۔ یہ دلیر عمیر انہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا حقیقی بھائی تھا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ تو اس میدان میں اس نوجوان سے بھی بہت آگے بڑھے ہوئے تھے اور حضور ﷺ آپ کے عظیم کارناموں کے بارے میں پیشگوئی بھی فرما چکے تھے۔ چنانچہ حجتہ الوداع کے ایک موقعہ پر آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ سعد! تمہیں ابھی اور بھی عمر ملے گی اور ایسے کاموں کا موقع نصیب ہو گا جن سے تمہاری عزت اور رتبہ میں اضافہ ہو گا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور آپ نے ایک طویل عمر پائی اور حضور اکرم ﷺ کے وصال کے قریباً چالیس سال بعد فوت ہوئے۔

باقی آئندہ

رپورٹ چھٹے سالانہ علمی مقابلہ جات 26-27 ستمبر 1999ء

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(مرتبہ: مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب۔ نائب ناظم اعلیٰ)

خدا تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت چھٹے سالانہ علمی مقابلہ جات کا انعقاد مورخہ 26-27 ستمبر 1999ء کو ایوان محمود ربوہ میں ہوا۔ یہ علمی مقابلہ جات خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر ہوا کرتے تھے۔ لیکن اجتماعات پر قدغن کی وجہ سے ان مقابلہ جات کے انعقاد میں تعطل رہا۔ اس تشنگی کو دور کرنے کیلئے 1994ء سے مرکزی علمی مقابلہ جات کے الگ انعقاد کا پروگرام بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ اس سلسلہ کا چھٹا پروگرام تھا اس سال تیرہ علمی مقابلہ جات منعقد ہوئے جب کہ پہلی ریلی میں صرف 4 مقابلہ جات ہوئے تھے۔

تیاری

گذشتہ سال کے مقابلہ جات کے بعد نئے سال کا نصاب تمام اضلاع اور علاقہ جات کو بھجوا دیا گیا تھا تاکہ خدام بہتر تیاری کے ساتھ مقابلہ جات میں شامل ہوں اور اپنے ضلع اور علاقہ سے منتخب خدام بہتر نمائندگی کر سکیں۔ مرکزی سطح پر 3 ماہ قبل محترم صدر خدام الاحمدیہ پاکستان کی منظوری سے انتظامیہ تشکیل دی گئی۔ انتظامیہ کی سکیمیں اور بجٹ مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان میں پیش کئے گئے۔ منظوری کے بعد تمام انتظامیہ نے خوب محنت کر کے انتظامات کئے۔ مقابلہ جات میں مختلف شعبوں میں کام کرنے والے خدام کا ڈیوٹی چارٹ تیار کیا گیا اور ان کو ہمہ وقت حاضر رکھنے کے لئے متعلقہ شعبہ سرگرم عمل رہا۔

حاضری

امسال اللہ تعالیٰ کے فضل سے 33 اضلاع کی 109 مجالس کے 253 منتخب خدام شامل ہوئے۔ جب کہ گذشتہ سال 37 اضلاع کی 97 مجالس کے 210 منتخب خدام شامل ہوئے تھے۔

گوشوارہ ضلع وار نمائندگی

ربوہ	39	نوشہرو فیروز	2
نواب شاہ	2	کراچی	20
سیالکوٹ	12	گوجرانوالہ	18
راولپنڈی	10	خوشاب	2
اٹک	5	حیدر آباد	7
سرگودھا	10	گجرات	3
بدین	1	جہلم	9
کوٹلی	1	فیصل آباد	23
میرپور خاص	3	حافظ آباد	13
اسلام آباد	5	منڈی بہاؤالدین	8
لاہور	27	چکوال	8
ملتان	7	مردان	1
میانوالی	1	میرپور A K	1
نارووال	3	راجن پور	2
ساہیوال	4	ڈیرہ غازیخان	1

ٹوبہ ٹیک سنگھ	2	جھنگ	3
بھکر	1		
میزان	253		

انتظامیہ علمی ریلی 1999ء

ناظم اعلیٰ : مکرم عبدالسمیع خان صاحب

نائب ناظم اعلیٰ : مکرم مسعود احمد سلیمان صاحب

ناظم مقابلہ جات : مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب

ناظم رجسٹریشن : مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب

ناظم استقبال مہمانان : مکرم راجہ رفیق احمد صاحب

ناظم خوراک : مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر

ناظم تربیت : مکرم مجد الدین مجد صاحب

ناظم رہائش : مکرم امین الرحمٰن صاحب

ناظم سٹیج و تزئین ہال : مکرم فخر الحق شمس صاحب

ناظم حاضری نگرانی وانعامات : مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب

ناظم صفائی : مکرم راجہ رشید احمد صاحب

ناظم آب رسانی : مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب

ناظم سمعی وبصری : مکرم سلیم الدین صاحب

ناظم طبی امداد : مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب

ناظم روشنی : مکرم مرزا فضل احمد صاحب

ناظم مہمان نوازی : مکرم انتصار احمد نذر صاحب

ناظم نظم وضبط وسائیکل سٹینڈ : مکرم قمر احمد کوثر صاحب

ناظم رابطہ : مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب

معائنہ ٹیم

مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب

مکرم سید محمود احمد صاحب

مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب

افتتاح

26 ستمبر کو صبح 8 بجے مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد دعوت الی اللہ نے علمی مقابلہ جات کا افتتاح فرمایا۔ ایوان محمود ہال کو خوبصورت تربیتی جملوں پر مشتمل بینر ز سے سجایا گیا تھا۔ تلاوت' عہد' نظم تعارفی رپورٹ از مکرم ناظم اعلیٰ کے بعد مکرم حافظ صاحب نے خدام کو علم حاصل کرنے اس میں مسلسل ترقی کرنے اور پھر عمل کرنے کی پرزور ترغیب دلائی۔

مقابلہ جات

افتتاح کے فوراً بعد مقابلہ جات شروع ہو گئے اور خدام نے مندرجہ ذیل تعداد کے مطابق علمی مقابلوں میں شرکت کی۔

تلاوت	48	خطبات امام	23
تقریر انگریزی	18	مرکزی امتحان	8
مطالعہ کتب مسیح موعود	10	تقریر اردو	40
بیت بازی	30	مطالعہ قرآن	18
مضمون نویسی	30	معلومات	22
نظم	45	تقریر معیار خاص	8
تقریر فی البدیہہ	14		

انتظامات

خدام کے قیام وطعام اور نمازوں کا انتظام ایوان محمود کے احاطہ میں ہی تھا۔ نماز فجر کے بعد درس کا اہتمام کیا گیا اور تربیتی امور پر نظر رکھی گئی۔ خدام کی سہولت کیلئے ضروری اعلانات نوٹس بورڈ پر آویزاں کئے جاتے رہے۔ نیز ایک ہدایت نامہ مرتب کر کے تمام خدام کو دیا گیا تھا۔ ابتدائی طبی امداد کیلئے ایک دفتر قائم کیا گیا تھا۔ جس سے ضروری ادویہ فراہم کی جاتی رہیں۔

تمام اہم پروگراموں کی ریکارڈنگ MTA اور خدام الاحمدیہ کے شعبہ سمعی وبصری کے تعاون سے کی گئی۔ دفتر رجسٹریشن

سالانہ علمی ریلی ۱۹۹۹ء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

مجموعی طور پر اول مجلس ربوہ مہتمم صاحب مقامی
محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ سے انعام وصول کرتے ہوئے

مجموعی طور پر اوّل آنے والے خادم انعام وصول کرتے ہوئے
(مکرم ظہور الٰہی صاحب توقیر۔ طاہر ہوسٹل ربوہ)

چھٹی سالانہ علمی ریلی
۲۶، ۲۷ ستمبر ۱۹۹۹ء
مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان
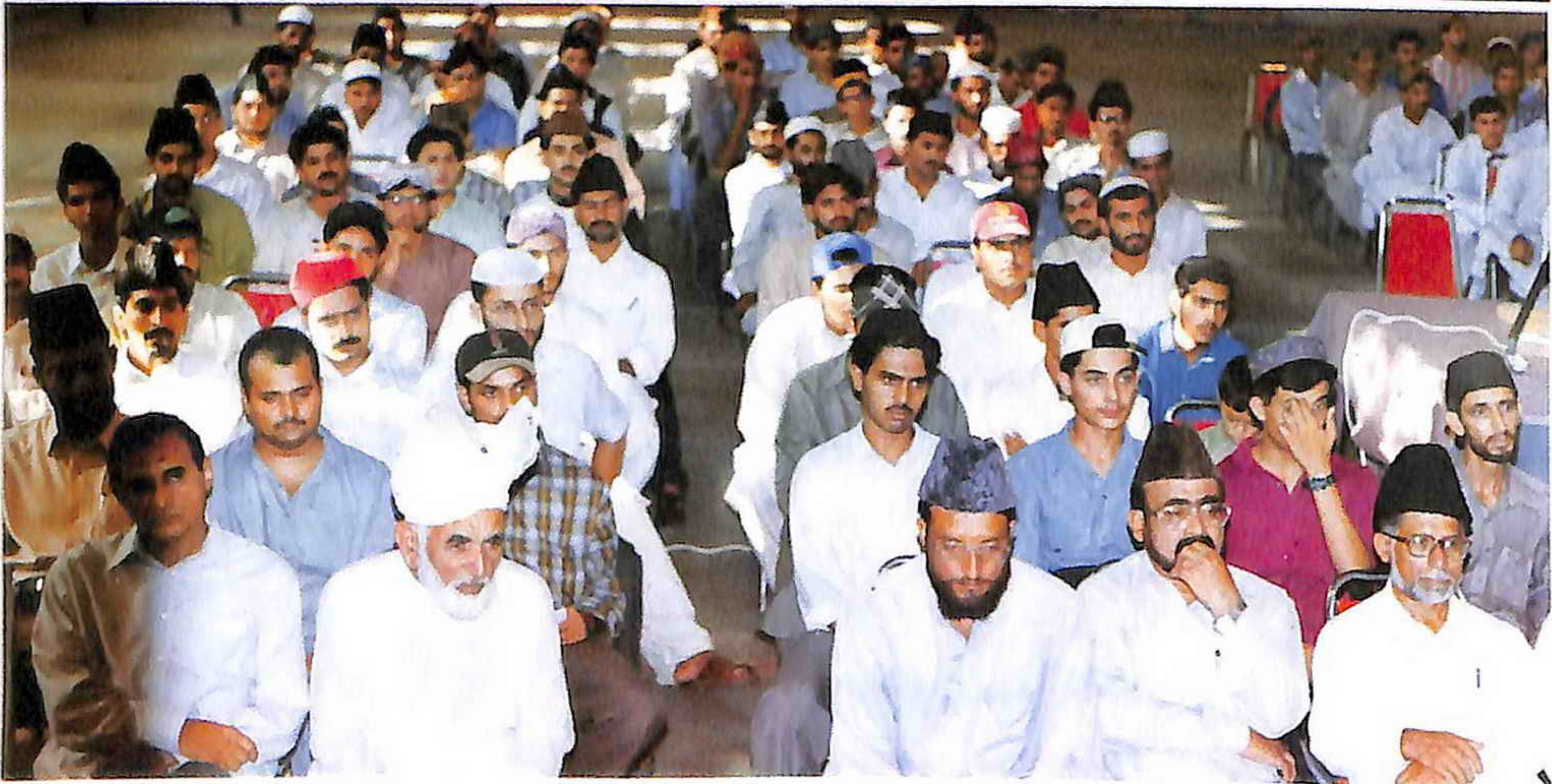
محترم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (دعوت الی اللہ) مہمان خصوصی افتتاحی خطاب فرماتے ہوئے

چھٹی علمی ریلی ۔ مختلف مقابلوں کا ایک منظر
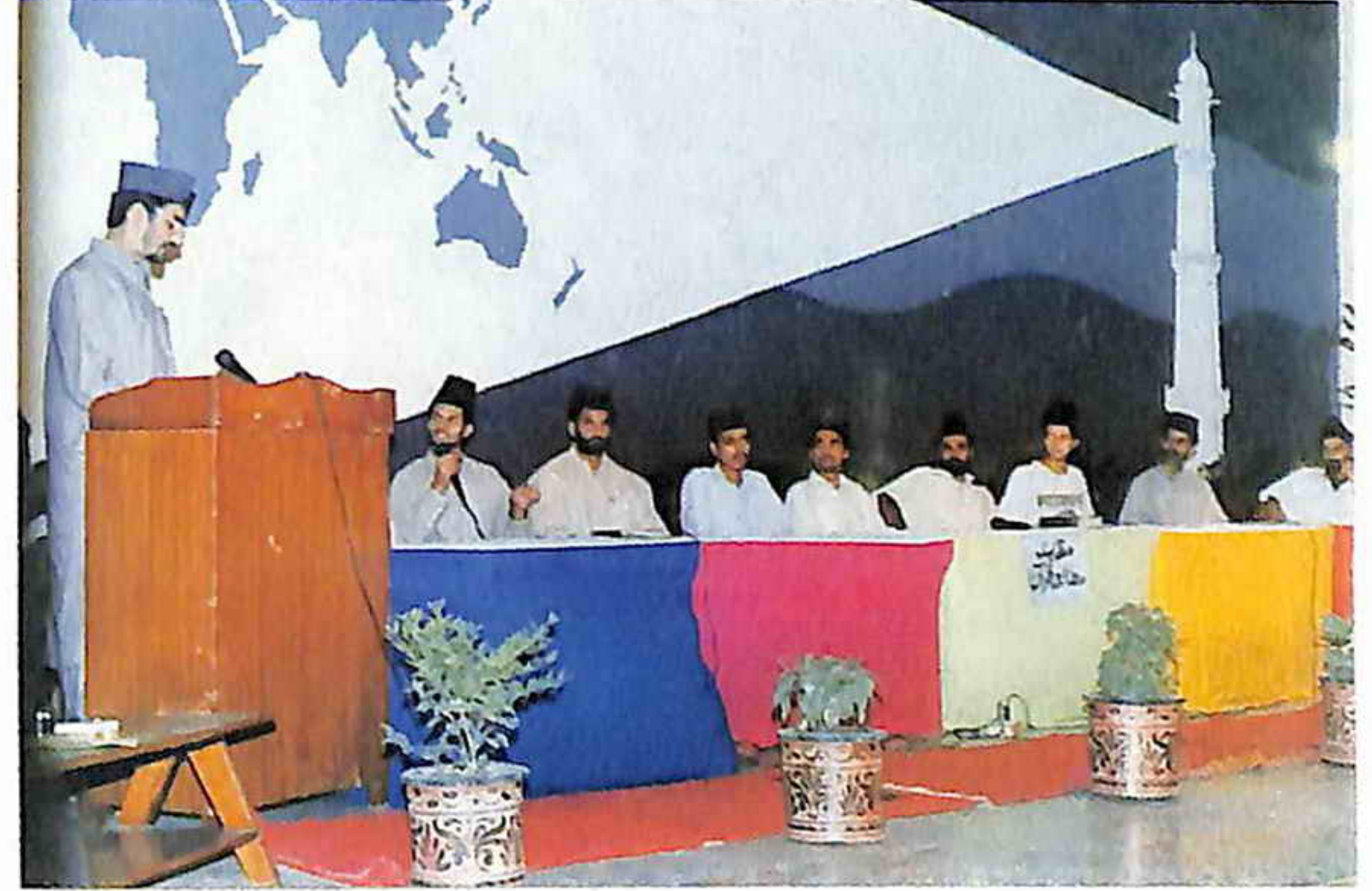
مقابلہ مطالعہ قرآن

مقابلہ بیت بازی

مقابلہ کوئز خطباتِ امام

مقابلہ نظم خوانی

مقابلہ تقریر انگریزی

مقابلہ تقریر معیارِ خاص

نے تمام شریک خدام کے ضروری کوائف ایک مطبوعہ کوائف فارم پر حاصل کئے اور سب کو دیدہ زیب سند شرکت جاری کی۔

ان تمام انتظامات کے بخیر و خوبی سرانجام پانے کیلئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں خصوصی دعا کیلئے درخواست کی گئی۔ نیز 26 ستمبر کی صبح کو ایک بکرا صدقہ بھی ذبح کیا گیا۔ 27 ستمبر کی دوپہر شرکاء خدام کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا گیا جس میں مصنفین اور بزرگان سلسلہ نے بھی شرکت کی۔

اختتامی تقریب

27 ستمبر بروز سوموار دوپہر 11:45 بجے اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ تھے۔ تلاوت کے بعد خادم کا عہد محترم صدر صاحب خدام الاحمدیہ نے دھرایا اور نظم کے بعد مکرم ناظم صاحب اعلیٰ نے رپورٹ پیش کی۔ تقسیم انعامات کے بعد محترم ناظر صاحب اعلیٰ نے اپنے خطاب میں ان مقابلوں کے کامیاب انعقاد پر محترم صدر صاحب خدام الاحمدیہ اور انتظامیہ کو مبارکباد دی۔ نیز حضرت المصلح الموعود و حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں علم کے ہر میدان میں آگے سے آگے بڑھنے کی تلقین فرمائی۔ آخر پر محترم مہمان خصوصی نے اختتامی اجتماعی دعا کروائی۔

دعا و خطاب سے قبل مہمان خصوصی نے امتیاز حاصل کرنے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔ انعامات شیلڈ اور کتب کے علاوہ دلکش سندات امتیاز پر مشتمل تھے۔ تمام کتب پر ایک یادگاری سلپ چسپاں کی گئی تھی۔ جس میں یہ ذکر تھا کہ یہ کتاب فلاں کو فلاں مقابلہ میں دی گئی ہے۔

ہم ان مقابلہ جات میں شرکت کرنے والے تمام خدام، قائدین اضلاع اور علاقہ جات مختلف فرائض سرانجام دینے والے کارکنان اور مصنفین کرام کا شکر گزار ہیں۔ جن کی مجموعی محنت اور دعاؤں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ ہمیں اس سے بہتر پروگرام منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نتائج علمی مقابلہ جات

مقابلہ تلاوت

اول عبدالرؤف طارق صاحب ربوہ
دوم ذاکر مسلم صاحب کراچی
سوئم عنایت اللہ قمر صاحب کراچی
(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: راشد محمود صاحب ربوہ

مقابلہ نظم

اول سید عطاء الواحد صاحب ربوہ
دوم لئیق احمد صاحب منگلا لاہور
سوم نعیم الرشید صاحب گوجرانوالہ
(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: منصور خالد صاحب کراچی

مقابلہ تقریر اُردو

اول مشہود اقبال صاحب، وحدت کالونی۔ لاہور
دوم لنعام اللہ قمر صاحب ربوہ
سوم عامر تیمور صاحب، 168/171 شمالی منگلا۔ سرگودھا
(خصوصی نعام) حوصلہ افزائی: لقمان تبسم صاحب، دارالفضل فیصل آباد۔ علی شان ناصر صاحب، کیسران۔ اٹک

مقابلہ تقریر انگریزی

اول میر نصر احمد صاحب ربوہ
دوم سید مختیار احمد صاحب اسلام آباد
سوم کرامت اللہ دانیال صاحب ربوہ
(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: سلطان احمد صاحب لاہور

مقابلہ تقریر فی البدیہہ

اول نعیم احمد طاہر صاحب، حافظ آباد شہر۔ حافظ آباد

دوم راجہ برہان احمد صاحب ربوہ

سوم لقمان تبسم ربانی صاحب، دار الفضل۔ فیصل آباد

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: محمد یونس بلوچ صاحب، میر پور خاص شہر۔ میر پور خاص

مقابلہ تقریر معیار خاص

اول کامران احمد صاحب، عزیز آباد۔ کراچی

دوم چوہدری محمود احمد صاحب، سول لائن۔ گوجرانوالہ

سوم مہر عرفان احمد طاہر صاحب، کیولری گراؤنڈ۔ لاہور

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: خالد احمد بلوچ ربوہ

مقابلہ مطالعہ قرآن

اول ظہور الٰہی صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

دوم ساجد محمود بٹر صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

سوم صداقت مرزا صاحب۔ مغلپورہ لاہور

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: نعیم احمد باجوہ صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

مقابلہ خطبات امام

اول قیصر محمود صاحب، دار العلوم جنوبی۔ ربوہ

دوم خالد سلیم صاحب، ریلوے کے۔ سیالکوٹ

سوم ندیم رشید، راہوالی۔ گوجرانوالہ

نعیم احمد باجوہ صاحب، طاہر ہوسٹل۔ ربوہ

مقابلہ مطالعہ کتب

اول ساجد محمود بٹر صاحب، طاہر ہوسٹل۔ ربوہ

دوم ذاکر مسلم بٹ صاحب، کورنگی۔ کراچی

سوم شیخ آدم سعید صاحب، اسٹیل ٹاؤن۔ کراچی

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب، دار الصدر شرقی ربوہ

مقابلہ مضمون نویسی

اول ملک عمران احمد صاحب، گوجرانوالہ شہر۔ گوجرانوالہ

دوم قیصر محمود صاحب، دار العلوم جنوبی۔ ربوہ

سوم محمد جاوید صاحب، طاہر ہوسٹل۔ ربوہ

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: نصیر احمد شریف صاحب، حافظ آباد شہر۔ حافظ آباد

مقابلہ مرکزی امتحان

اول ظہور الٰہی صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

دوم نعیم احمد باجوہ صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

سوم محمد جاوید صاحب۔ طاہر ہوسٹل ربوہ

خصوصی انعام (حوصلہ افزائی): نصیر احمد شریف صاحب۔ حافظ آباد

مقابلہ بیت بازی

اول ذیشان احمد افتخار صاحب، عزیز آباد۔ کراچی

افتخار احمد صاحب، عزیز آباد۔ کراچی

دوم فہیم احمد صاحب، دار الرحمت شرقی بشیر۔ ربوہ

عبید الرحمٰن صدیقی صاحب، دار الرحمت شرقی راجیکی۔ ربوہ

سوم فاروق احمد صاحب، گوجرہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ایاز احمد صاحب، گوجرہ۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: ندیم احمد صاحب، محمد اقبال صاحب نوابشاہ شہر۔ نواب شاہ

مقابلہ معلومات

اول شیراز جمیل صاحب، تیموریہ۔ کراچی

شیخ آدم سعید صاحب، اسٹیل ٹاؤن۔ کراچی

دوم فضل اللہ تیمور صاحب، چکوال شہر۔ چکوال

طیب اعجاز صاحب، دوالمیال۔ چکوال

سوم ملک عمران احمد صاحب، گوجرانوالہ شہر

عثمان شکیل صاحب، علی پور چٹھہ۔ گوجرانوالہ

(خصوصی انعام) حوصلہ افزائی: مظفر احمد صاحب، اقبال ٹاؤن۔ لاہور۔ فضل احمد ملک صاحب، رحمٰن پورہ۔ لاہور

خصوصی انعامات

1۔ نعیم احمد طاہر صاحب قائد علاقہ گوجرانوالہ
2۔ منور علی شاہد صاحب ناظم تعلیم لاہور
3۔ منور اللہ قمر صاحب راجن پور ضلع راجن پور
4۔ فاروق احمد صاحب گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ
5۔ محمد شعیب طاہر صاحب حیدر آباد شہر ضلع حیدر آباد
6۔ طاہر احمد صاحب۔ بدین
7۔ امتیاز حسین صاحب۔ کراچی
8۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب۔ حافظ آباد
9۔ اسد اللہ غالب (بہترین کارکن علمی ریلی) (نائب ناظم رجسٹریشن)

مجموعی طور پر اول

ظہور الٰہی توقیر صاحب طاہر ہوسٹل ربوہ

اول ضلع

مکرم قمر احمد کوثر صاحب مہتمم مقامی ربوہ

اس کے علاوہ صدر محترم کی طرف سے مکرم عبد السمیع خان صاحب ناظم اعلیٰ کو یادگاری شیلڈ دی گئی۔

دفتر ماہنامہ خالد سے خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

عبید اللہ علیم

(مکرم محمد آصف ڈار صاحب۔ کھاریاں)

آپ ۱۲ جون ۱۹۳۹ء کو بھوپال (انڈیا) میں بڑے گھاٹ پر واقع محلہ چند پورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم رحمت اللہ بٹ صاحب اوورسیئر تھے اور انہوں نے سیالکوٹ سے بھوپال ہجرت کی تھی۔ بعد ازاں وہ انجینئر ہوئے، پھر ٹھیکیداری کی اور زمینداری بھی کی۔ ان کی چار بیویوں میں سے آپ کی والدہ کا نمبر دوسرا تھا اور وہ بھوپال کی ہی رہنے والی تھیں۔ آپ کے دادا مکرم مولوی جان محمد صاحب اس زمانے میں بی اے بی ٹی تھے اور سیالکوٹ کے کسی سکول کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے تھے۔ وہ بھی شعر کہا کرتے تھے مگر ان کا کوئی کلام محفوظ نہیں۔

آپ کا ۱۹۴۶ء کا سال قادیان میں گزرا اور تیسری جماعت آپ نے وہیں سے پاس کی۔ ازاں بعد آپ کے والد کراچی چلے آئے اور پھر آپ بھی اپنی والدہ کے ہمراہ کراچی آ گئے۔ والد کو آپ کے آنے کی اطلاع نہ تھی اور آپ کے پاس ان کا پتہ نہیں تھا۔ دو چار روز تو اسٹیشن پر ہی گزرے اور پھر لالو کھیت (لیاقت آباد) کے محلہ میں ایک ہی کمرے کے مکان میں چار چھ مہینے رہنا پڑا۔

بعد والد جو کہ اب ایک سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہو گئے تھے، کے تبادلے کی وجہ سے جنگ شاہی جانا پڑا۔ پڑھائی کا سلسلہ منقطع ہوا اور گھریلو حالات کی وجہ سے سال بھر اسی فیکٹری میں مزدوری بھی کرنا پڑی۔ پھر یہاں سے کوچ کرنا پڑا اور حسن ابدال آ گئے جہاں آپ کے والد نے آپ کو پنجہ روڈ پر ایک جنرل سٹور "عبیدیہ جنرل سٹور" کے نام سے کھلوا دیا۔ چھوٹا بھائی بھی آپ کے ہمراہ تھا۔

بھائی کی ناگہانی موت کے صدمے سے نڈھال ہو گئے اور دکان سے دل بھر گیا۔ تب بڑی والدہ کے کہنے پر واپس کراچی چلے گئے۔ تعلیمی سلسلہ پھر سے استوار ہوا، ایک سال میں دو دو کلاسیں پاس کیں۔ اسکول کے میگزین کے نائب ایڈیٹر بھی رہے اور بیت بازی سے بھی خاص شغف تھا۔ اساتذہ کا کلام میر، غالب وغیرہ کے ہزاروں شعر یاد کئے۔

نویں جماعت میں اپنی موزوں طبیعت کا ادراک ہوا۔ انہی دنوں میں "المصلح" میں آپ کی ایک نظم بھی چھپی۔ شروع شروع میں بزرگ شاعر شاہد منصور صاحب سے اصلاح لیتے رہے۔ میٹرک سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا اور دو سال تک پوسٹ آفس کے سیونگ بینک میں کلرک کے طور پر کام کیا۔ ۱۹۵۹ء میں اردو کالج میں داخلہ لے لیا اور اب مالی ضرورتوں کی دستیابی کیلئے ٹیوشنوں پر انحصار تھا۔ اس دوران باقاعدگی سے مشاعروں

میں بلائے جاتے تھے اور شوق سے سنے جاتے تھے۔ آپ کی زبان تو والدہ کی وجہ سے کافی صاف اور رواں تھی اور اردو لہجے کا خاص رچاؤ اور لوچ بھی تھا' اس پر ترنم نے سونے پر سہاگے کا سا کام کیا آپ کی شہرت پھیلنے لگی۔

۱۹۵۸ء کے مارشل لاء کے دوران سیاسی تنظیموں سے وابستگی ہوئی اور اسی وجہ سے ۱۹۶۱ء میں انٹر کے بعد کالج کے دروازے آپ پر بند ہو گئے۔ اس کے بعد کسٹوڈین ڈیپارٹمنٹ میں نوکری کی' وہاں سے چھوڑ کر پاکستان انسٹیٹیوٹ آف انڈسٹریل اکاؤنٹس سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۳ء میں ملازمت ترک کی اور پھر تھرڈ ائیر میں داخلہ لے لیا۔ اس زمانے میں جماعتی طور پر بھی سرگرم کارکن رہے اور بطور نائب ناظم اصلاح و ارشاد خدمت کی توفیق ملی۔

۶۴-۱۹۶۳ء کی بات ہے کہ حضرت خلیفہ المسیح الثانیؓ کے متعلق کلام منظوم کیا جو الفضل میں چھپا۔ ہفتے عشرے کے بعد حضور انور کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا خط ملا کہ **حضور انور نے آپ کی نظم پڑھی ہے اور آپ کے لئے بہت دعا کی ہے۔** حقیقت میں اسی دور میں ہی آپ کو خوب پذیرائی ملنا شروع ہوئی۔

۱۹۶۵ء میں بی اے فرسٹ کلاس میں پاس کیا اور اگلے دو سال میں ایم اے بھی پاس کر لیا۔ اس کے بعد ریڈیو پروڈیوسر کیلئے درخواست دی۔ ڈیوٹی آفیسر کی آفر ہوئی مگر انکار کر دیا۔ پھر ٹیلی ویژن پروڈیوسر کے لئے درخواست دی اور کامیاب ہوئے۔ اسی دوران آپ کی غزلیں ریڈیو اور ٹی وی پر گائی جانے لگی تھیں۔

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئے گا

یہ غزل اسی دور میں مشہور ہوئی تھی۔ پروڈیوسر کے طور پر بچوں کے اور موسیقی کے پروگرام کئے' دو چار مشاعرے بھی کئے۔ پھر آپ کو مذہبی پروگرام دیئے گئے۔ آپ نے موسیقی کے پروگراموں کا فارمیٹ یکسر تبدیل کر دیا تھا۔ اور اس طرح مذہبی پروگراموں میں بھی کافی تبدیلی کی کہ مفسر داڑھی اور شیروانی کے بغیر بھی مذہبی لیکچر دینے کے لئے آنے لگے۔ انہی جدتوں کی وجہ سے ۳۲ علماء کا فتویٰ آپ کے خلاف جاری ہوا۔ مگر آپ کی مقبولیت کی وجہ سے بے اثر رہا۔ ضیاء حکومت میں ٹی وی پر کام کرنا مشکل ہوا اور عقیدے کا سوال آیا تو استعفیٰ دے دیا اور ہمہ وقت شاعری کے ہی ہو رہے۔

۱۹۷۴ء میں آپ کی پہلی کتاب "چاند چہرہ ستارہ آنکھیں" ملک گیر شہرت حاصل کر چکی تھی اور اسی سال کا "آدم جی ایوارڈ" بھی آپ کے حصے میں آیا۔ آپ کی یہ کتاب خالص شاعری کی کراچی سے چھپنے والی پہلی کتاب تھی۔ اس کتاب کا بیشتر کلام ریڈیو اور ٹی وی پر گایا جا چکا ہے اور اب تک اس کتاب کے ۲۰ سے زائد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اسی سال آپ نے رائٹر گلڈ کا انتخاب جیتا اور ریجنل سیکرٹری پاکستان رائٹرز گلڈ سندھ زون بنے۔ پاکستان ٹی وی پر ۱۹۷۴ء کے "نغنور" پروگرام میں آپ کو Outstanding Poet قرار دیا گیا۔ آپ کی دوسری کتاب "ویران سرائے کا دیا" جولائی ۱۹۸۶ء میں چھپی اور کافی مقبول ہوئی۔ اس کتاب میں آپ کی وہ غزل بھی شامل ہے جو آپ نے حضرت خلیفتہ المسیح الثالث کی پیہم شفقتوں کو مدنظر رکھ کر لکھی اور خلافت ثالثہ کے دور میں ہی مقبول ہونے والی غزل

باہر کا دھن آتا جانا' اصل خزانہ گھر میں ہے
دھوپ میں جو مجھے سایہ دے' وہ سچا سایہ گھر میں ہے

بھی شامل ہے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثالث آپ کے کلام کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اسی طرح خلافت رابعہ میں بھی آپ کو ایسی محبت اور شہرت ملی کہ جس کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔ امام وقت کی موجودگی میں کئی مرتبہ شعر سنانے کی سعادت ملی اور ایم ٹی اے کے ذریعہ تمام دنیا میں آپ کا کلام مشہور و عام ہوا۔ انگلینڈ' جرمنی اور امریکہ میں اعزازی مشاعرے ہوئے اور ان

ممالک کے ٹی وی پر آپ کے انٹرویوز نشر کئے گئے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بے پایاں شفقت کے مورد خاص رہے۔ حضور ایدہ اللہ اپنے ۲ اپریل ۱۹۹۸ء کے ایک خط میں فرماتے ہیں۔

"آپ جانتے ہیں مجھے آپ سے کیسی دلی محبت ہے اور آپ کی یگانہ فنی صلاحیتوں کا کس قدر دل سے مداح ہوں۔ نظم و نثر میں اس سارے زمانے میں بس ایک ہی عبید اللہ علیم ہے۔"

ربوہ میں ہر سال مشاورت پر تشریف لاتے اور صبح و شام شعری مجالس برپا ہوتی تھیں۔ خاص طور پر جامعہ احمدیہ میں ضرور حاضر ہوتے اور اپنے کلام سے نوازا کرتے اور غالباً آخری پبلک شعری مجلس بھی جامعہ میں ہی ہوئی۔ تحت اللفظ شعر سنانے کا بھی خاص ملکہ تھا لیکن جو بات ترنم میں تھی وہ بیان میں نہیں آسکتی تھی۔ لوگ اکثر ترنم پر اصرار کیا کرتے تھے۔ گزشتہ سال بھی مشاورت پر تشریف لائے۔ ایک عرصے سے عارضہ دل میں مبتلا چلے آتے تھے۔ مشاورت کے بعد دل کا شدید دورہ پڑا۔ کئی روز تک فضل عمر ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ازاں بعد کراچی تشریف لے گئے۔ علاج جاری تھا مگر ۱۸ مئی ۱۹۹۸ء کو اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اگلے روز شام چھ بجے احمدیہ قبرستان "باغ احمد" میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کی عمر ۵۹ برس تھی۔ پسماندگان میں آپ نے دو بیگمات، چار بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

انتخاب کلام

آپ نے غزل، نظم اور آزاد نظم بھی لکھی ہے مگر معتدبہ حصہ غزل پر ہی مشتمل ہے۔ آپ کی شاعری عام روش سے ہٹ کر ہے۔ زباں بہت شستہ اور رواں ہے۔ آپ کی شاعری میں ہر قسم کے مضامین ملتے ہیں۔ لیکن اصل کیفیت غزل ہی کی ہے۔ حمد و نعت کے مضامین کو بھی آپ نے غزل ہی کی کیفیت میں باندھا ہے اور حقیقت و مجاز کے فاصلوں کو ختم کیا ہے۔ آپ کی غزل بظاہر تو مجاز کے ملبوس میں ہے لیکن غور کرنے پر ہی اصل حقیقت کھلتی ہے آپ کے کلام سے بہت سے شعر مثال کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔

خواب سرائے ذات میں زندہ ایک تو صورت ایسی ہے
جیسے کوئی دیوی بیٹھی ہو حجرہ راز و نیاز میں چپ

☆.....☆.....☆

اس میں کیا ہے نہیں معلوم، مگر دیکھتے ہیں
جو گیا اس کی طرف اس سے ہی منسوب آیا

☆.....☆.....☆

کر کے سپرد اک نگہ ناز کے حیات
دنیا کو دین، دین کو دنیا کرے کوئی

☆.....☆.....☆

ہر اچھی بات پہ یاد آیا
اک شخص عجیب مثال ہوا

☆.....☆.....☆

وہ حسن اس کا بیاں کیا کرے جو دیکھتا ہو
ہر اک ادا سے کئی قد نئے نکلتے ہوئے

☆.....☆.....☆

ہر جام عشق اس کے ہی لب سے ہے لب بہ لب
شاید ابھی یہ راز ہے شاید رہے نہ راز

ایسا لگتا ہے کہ اس کی صورت
عالم خواب نما سے آئی

چلتے ہیں نقش قدم پر اس کے
جس کو رفتار صبا سے آئی

یونہی قامت وہ قیامت نہ ہوا
ہر ادا ایک ادا سے آئی

حسن اس کا تھا قیامت اس پر
وہ قیامت جو حیا سے آئی

☆.....☆.....☆

آپ کے اشعار میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

اور خلفاء کی ذات کو اکثر محسوس کیا جاسکتا ہے۔

سایہ سایہ ایک پرچم دل پہ لہرانے کا نام
اے مسیحا تیرا آنا زندگی آنے کا نام
جس پہ اترا وہ مسیحا دل مینارہ' دل دمشق
استعارے پھول میں خوشبو کو سمجھانے کا نام
جب سے وہ آیا ہے دل کی اور دنیا ہو گئی
ورنہ پہلے دل تھا گویا ایک ویرانے کا نام
کیوں وہ قامت قیامت ہو کہ ہے اس کا وجود
رات کے جانے کا نام' اک صبح کے آنے کا نام

☆.....☆.....☆

عرش سے تا فرش اک نظارہ و آواز تھا
جب وہ اترا جامہ نور سخن پہنے ہوئے

☆.....☆.....☆

نور سے بھر جائے دل وہ رنگ ہے تحریر کا
آپ کیا ہوگا کہ جب عالم ہے یہ تصویر کا
جب ہوئے ہم گوش بر آواز تو ہم پر کھلا
ہر نئے عالم میں اک عالم تری تقریر کا

☆.....☆.....☆

یہ ادا عشق و وفا کی ہم میں
اک مسیحا کی دعا سے آئی

☆.....☆.....☆

موج نشاط و سیل غم جاں تھے ایک ساتھ
گلشن میں نغمہ سنج عجب عندلیب تھا
میں بھی رہا ہوں خلوت جاناں میں ایک شام
یہ خواب ہے یا واقعی میں خوش نصیب تھا
دیکھا ہے اس کو جلوت و خلوت میں بارہا
وہ آدمی بہت ہی عجیب و غریب تھا
رکھتا نہ کیوں میں روح و بدن اس کے سامنے
یوں بھی تھا وہ طبیب' وہ یوں بھی طبیب تھا

☆.....☆.....☆

وہ جس پہ رات ستارے لئے اترتی ہے
وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لئے
دئے جلائے ہوئے ساتھ ساتھ رہتی ہے
تمہاری یاد تمہاری دعا ہمارے لئے
زمین ہے نہ زماں' نیند ہے نہ بیداری
وہ چھاؤں چھاؤں سا اک سلسلہ ہمارے لئے

☆.....☆.....☆

جب سے دیکھا نہیں ہے وہ قامت
نشہ زندگی ہی ٹوٹ گیا

☆.....☆.....☆

نوروں نہلائے ہوئے قامت گلزار کے پاس
اک عجب چھاؤں میں ہم بیٹھے رہے یار کے پاس
اس کی ایک ایک نگہ دل پہ پڑی ایسی کہ بس
عرض کرنے کو نہ تھا کچھ لب اظہار کے پاس
یوں ہم آغوش ہوا مجھ سے کہ سبھی ٹوٹ گئے
جتنے بھی بت تھے صنم خانہ پندار کے پاس
تم بھی اے کاش کبھی دیکھتے' سنتے اس کو
آسماں کی ہے زباں' یار طرحدار کے پاس
یہ محبت تو نصیبوں سے ملا کرتی ہے
چل کہ خود آئے مسیحا کسی بیمار کے پاس
یوں ہی دیدار سے بھرتا رہے یہ کاسۂ دل
یوں ہی لاتا رہے مولا ہمیں سرکار کے پاس
تیرا سایہ رہے سر پر تو کسی حشر کی دھوپ
ماند پڑ جائے جو آئے بھی گنہ گار کے پاس
پھر اسے سایہ دیوار نے اٹھنے نہ دیا
آ کے اک بار جو بیٹھا تیری دیوار کے پاس
تجھ میں اک ایسی کشش ہے کہ بقول غالب
خود بخود پہنچے ہے گل گوشہ دستار کے پاس

☆.....☆.....☆

اے شخص تو جان ہے ہماری
مر جائیں اگر تجھے نہ چاہیں

سو بار مریں تو تیری خاطر
سو بار جیئیں تو تجھ کو چاہیں
اے شخص کہاں چلا گیا تو
آ جا کہ ترس گئی نگاہیں

☆.....☆.....☆

سائے میں تیرے دھوپ نہائے بصد نیاز
اے چھاؤں چھاؤں شخص تری عمر ہو دراز

☆.....☆.....☆

وطن سے محبت کو بھی آپ نے شعری رنگ دیا ہے۔

میں تری خاک سے لپٹا ہوا اے ارض وطن
ان ہی عشاق میں شامل ہوں جو معتوب آئے

☆.....☆.....☆

اٹھ گیا گھبرا کہ اور پھر رو پڑا بے اختیار
میں نے دیکھا جب وطن اپنا کفن پہنے ہوئے

☆.....☆.....☆

جی جان سے اے ارض وطن مان گئے ہم
جب تو نے پکارا ترے قربان گئے ہم
ہم ایسے وفادار و پرستار ہیں تیرے
جو تو نے کہا تیرا کہا مان گئے ہم

☆.....☆.....☆

علیم اپنے گرد کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے اور خاص کر کراچی کے حالات پر خوب لکھا ہے اور کھل کر اپنے کرب کو اظہار کا پہناوا پہنایا ہے۔

میں یہ کس کے نام لکھوں، جو الم گزر رہے ہیں
میرے شہر جل رہے ہیں، میرے لوگ مر رہے ہیں
کبھی رحمتیں تھیں نازل اسی خطۂ زمیں پر
وہی خطۂ زمین ہے کہ عذاب اتر رہے ہیں

☆.....☆.....☆

کچھ کم نہیں تھا پہلے بھی پامال میرا شہر
یہ کس کے پاؤں نے اسے پامال تر کیا

تمام جماعت احمدیہ عالمگیر کی خدمت میں

دعا کی درخواست ہے۔

رہ خدا میں ہی جاں فدا ہو
دل عشق احمد میں مبتلا ہو
اِسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو
یہی میرے دل کا مدعا ہے

(کلام محمود)

منجانب : عامر اقبال

لطیف آباد : حیدر آباد

رپورٹ کل پاکستان مشاعرہ

زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(رپورٹ مکرم سلیم الدین صاحب۔ انچارج شعبہ سمعی بصری خدام الاحمدیہ پاکستان)

شعبہ سمعی بصری خدام الاحمدیہ پاکستان نے ۳ اکتوبر ۹۹ء کل پاکستان مشاعرہ کی تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں معروف چند احمدی شعراء کو دعوت دی گئی۔

ایوان محمود کے وسیع ہال میں خوبصورت روایتی سٹیج تیار کیا گیا۔ اس مشاعرہ کے لئے دو نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ پہلی نشست میں "برکات خلافت" کے حوالے سے شعراء کو دعوت کلام تھی اور دوسری نشست میں عام دعوت کلام تھی۔

کراچی سے تشریف لائے ہوئے شاعر اور خدام الاحمدیہ کے فعال کارکن مکرم احمد مبارک صاحب نے کمپیئرنگ کے فرائض بہت خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے ادا کئے۔

اس مشاعرہ میں میر مجلس جماعت کے معروف بزرگ شاعر محترم چوہدری محمد علی صاحب تھے۔

اس مشاعرہ کو رونق بخشنے والے باقی شعراء یہ تھے۔

مکرم و محترم ثاقب زیروی صاحب۔ لاہور، مکرم و محترم سردار رشید احمد قیصرانی صاحب۔ ڈیرہ غازیخان، مکرم و محترم عبدالمنان ناہید صاحب۔ اسلام آباد، مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم عبدالکریم خالد صاحب۔ لاہور، مکرم و محترم عبدالکریم قدسی صاحب۔ لاہور، مکرم و محترم احمد مبارک صاحب۔ کراچی، مکرم و محترم اکرم محمود صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم یوسف سہیل شوق صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم راجہ نذیر احمد ظفر صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم سید محمود احمد شاہ صاحب۔ ربوہ، مکرم و محترم سید ناصر شاہ صاحب۔ لاہور، مکرم و محترم ابن آدم صاحب۔ اسلام آباد، مکرم و محترم آصف محمود باسط صاحب۔ لاہور۔

مکرم و محترم ڈاکٹر عارف ثاقب صاحب آف لاہور کا کلام مکرم عبدالکریم خالد صاحب نے پیش کیا۔

قارئین آپ کی خدمت میں اس مشاعرہ کی ایک مختصر سی جھلک پیش ہے۔ شعراء نے بہت ہی پر لطف اور خوبصورت کلام پیش کیا۔ اصل لطف تو پورا کلام سننے میں ہے لیکن مجبوراً چند اشعار پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ اس مشاعرے کے انعقاد و اہتمام میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا خاکسار ممنون ہے کہ جنہوں نے ذاتی دلچسپی لے کر ہر ممکن تعاون فرمایا اور مشاعرے کے وسیع تر انتظام کے لئے خاکسار کی قدم قدم راہنمائی فرمائی۔

اسی طرح خاکسار برادرم مکرم امین الرحمان صاحب،

مجد الدین مجد صاحب (ممبران مجلس عاملہ) اور اسفند یار منیب صاحب' اکبر احمد صاحب اور فرید احمد ناصر صاحب کا بھی مشکور ہے جنہوں ہر ممکن تعاون فرمایا نیز محترم منیر احمد بسمل صاحب انچارج شعبہ سمعی بصری مرکزی اور ان کے رفقاء کا بھی مشکور ہے جنہوں نے اس مشاعرہ کی بہت محنت سے ریکارڈنگ کی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

مشاعرہ کی مختصر جھلک

○ احمد مبارک صاحب۔ کراچی

اے مرے دل کہاں چلا شہر جمال کی طرف
دیکھ سنبھل کر جائیو باب وصال کی طرف
دل کہ ٹھہر نہیں رہا جاں کہ سنبھل نہیں رہی
کیجئے لطف کی نظر اب میرے حال کی طرف
قریہ قریہ جا بجا کوچہ بکوچہ دل بہ دل
لوگوں کا ذہن ہر گھڑی تیرے خیال کی طرف

○ مکرم سید ناصر احمد صاحب۔ لاہور

تمہارا ذکر کرتے جا رہے ہیں
دیئے گھر گھر میں جلتے جا رہے ہیں
ترے صحرا نوردوں کے یہ سجدے
زمیں سرسبز کرتے جا رہے ہیں
مسلسل ایک چہرے کا سفر ہے
فقط منظر بدلتے جا رہے ہیں

جو پیاسے لوگ ہیں ان کے لئے محبت کا
وہ ابر اب بھی برستا ہے اس خطاب کے ساتھ
تمہارے بعد ٹھہرتے تو کیوں گلستاں میں
ہجوم گل بھی روانہ ہوا گلاب کے ساتھ

○ مکرم لئیق احمد عابد صاحب۔ ربوہ

(برکات خلافت)

قادر ہمیں دکھلاتا ہے دو رنگ نظارے
ناکام عدو' اپنے تو ہیں وارے نیارے
ہر خوف کے بعد امن عطا کرتا رہا ہے
اور تمکنت دیں کے وہ دیتا ہے اشارے
فرعون بنا پھرتا تھا اک شخص زمیں پر
موسیٰ کا عصا توڑنے بدبخت چلا رے
اک مرد خدا نے کہا ٹکڑے تیرے ہوں گے
کیا راکھ ہوا جل کے وہ دریا کے کنارے
منجدھار تھا'غوطے تھے' عجب سیل بلا تھا
اک ہاتھ نے تھاما تو لگے پار یہ سارے

○ مکرم آصف محمود باسط صاحب۔ لاہور۔

("خلافت")

یہ روشنی ہے یہ ایسے سورج کی روشنی ہے
یہ بندگی ہے یہ ایسے بندے کی بندگی ہے
کہ جو شب ہجر کی طوالت کا اک ثمر ہے
جو ہر زمانے کے بادشاہوں سے خوب تر ہے

○ مکرم یوسف سہیل شوق صاحب۔ نائب مدیر روزنامہ الفضل۔ ربوہ

(ایک احمدی کے جذبات جو اپنے پیارے آقا سے بے پناہ محبت کرتا ہے)

میری اداسیوں میں جو میرے قریب ہے
میں خوش نصیب ہوں کہ وہ میرا نصیب ہے
میں سو رہا ہوں وہ میری خاطر ہے جاگتا
میری خطا ہے پہ اس کی محبت عجیب ہے
دل چیر کر دکھا سکوں اے کاش میں کبھی
اشکوں سے یہ بتاؤں مرا تو حبیب ہے
جو شخص آج اس سے محبت نہ کر سکے
بدبخت ہے وہ سب سے بڑا بد نصیب ہے

○ مکرم ڈاکٹر راجہ نذیر احمد صاحب ظفر۔ ربوہ (ساقی نامہ)

ہٹادے میری نظر سے پردہ' اٹھا دے دل کا حجاب ساقی
کہ ہوں خلافت کی برکتوں کے بیاں میں کچھ کامیاب ساقی

یہ ہاتھ جو ہاتھ میں ہے سب کے یہ تیری حبل متیں ہے مولا
نظام وابستہ جس سے ہم ہیں جہاں میں ہے لاجواب ساقی

○ مکرم ابن آدم صاحب۔ راولپنڈی اسلام آباد

ناپید ہوئے جاتے تھے آثار خلافت
پھر بھیجا خداوند نے معمار خلافت
انعام خلافت کو ترستا ہے زمانہ
مہدی کی جماعت ہے علمدار خلافت
دنیا میں سدا جیئے خلیفہ چہارم
پھیلے رہیں اکناف میں انوار خلافت

○ مکرم اکرم محمود صاحب۔ ربوہ

سلسلہ قائم تو رہنا تھا یہ اس کے بعد بھی
سلسلہ دائم تو رہنا تھا یہ اس کے بعد بھی
جو جماعت بن گئی اس کی قیادت کے لئے
جو جماعت بن گئی اس کی اشاعت کے لئے
اک جوان منحنی اٹھا بعزم استوار
اشکبار آنکھیں لبوں پر عہد راسخ دلنشیں
اس نے یکسر دور کر دینا تھا سب اوہام کو
اس نے دنیا بھر میں پھیلانا تھا اس پیغام کو
کھینچ کر لایا وہ ماضی کی روایت حال تک
کام یہ اس نے کیا تھا پورے باون سال تک
وقف کر ڈالیں خدا کی راہ میں سب طاقتیں
جان کی بازی لگادی قول پر ہارا نہیں

دوستو سوچو یہ سارا سلسلہ آساں نہ تھا
دوستو سوچو یہ سارا مرحلہ آساں نہ تھا
قوم کی خاطر ہمیشہ سوچتا رہتا تھا وہ
رات سو جاتی تھی لیکن جاگتا رہتا تھا وہ
قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے
ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں

○ مکرم عبدالکریم خالد صاحب۔ لاہور

تمہیں معلوم دنیا کو مقام و مرتبہ ان کا
خدا نے تاج رکھا ان کے سر پر خود خلافت کا
مسیح پاک کے نائب مسیحا ہیں زمانے کے
ہے شان و مرتبہ ان کا بہت اونچا بہت بالا

○ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب۔ نائب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ۔ (ان کا کلام مکرم سید عطاء الواحد رضوی نے پیش کیا)

اک دیئے کے ساتھ ہم بھی رات بھر جلتے رہے
ہم بھی آہیں یاد میں اس کی سدا بھرتے رہے
ہے خدا کا ہاتھ سر پہ آپ کے ہاں آپ کے
آپ کے مد مقابل دیو قد مرتے رہے
ہم سبھی توحید کا پرچم لئے صبح و مسا
لمحہ لمحہ آپ کی خاطر دعا کرتے رہے
نام لیوا ہیں وفاؤں کے وفاداروں میں ہیں
ہم ہمیشہ ہی خلافت سے وفا کرتے رہے

○ مکرم ڈاکٹر عارف ثاقب صاحب۔ لاہور (ان کا کلام پڑھ کر سنایا گیا کیونکہ وہ حاضر نہ ہو سکے)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے لئے دعا۔

مرے مولا ہمیں ان کی ضرورت ہے
مرے مولا ابھی وہ مہرباں سایہ ہمارے سر پہ رہنے دے
دعائے نیم شب ان کی ہمارے گھر پہ رہنے دے
ہماری بے سر و سامانیوں کا آسرا وہ ہیں
جب ان کا دل دھڑکتا ہے ہماری سانس چلتی ہے
انہیں بھی سوچ لینے سے ہمارا دن نکلتا ہے ہماری رات ڈھلتی ہے
مرے مولا ہمیں ان کی ضرورت ہے

○ مکرم عبدالکریم قدسی صاحب۔ لاہور۔

"قصر خلافت"

قصر خلافت کی دیوارو دل چھوٹا مت کرنا
اپنی مانگ میں یادوں کا سیندور سجائے رکھنا
تیرے پاس امانت ہیں یادوں کے زیور جتنے
دنیا بھر میں کس کے پاس ہے ایسا پیارا گہنا

○ مکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب۔ ربوہ

وہی اک سمندر کہ نوروں نہایا
حراء پر کبھی طور پر جگمگایا
لیا چاند سورج نے اس سے اجالا
ستاروں نے بھی اس کا ہی نور پایا
یہ ایواں ہمارا یہ شہر چراغاں
ذرا سوچئے کس کی سوچوں میں آیا
یہ دیں کے مراکز یہ سجدہ گہیں سب
یہ کس کی مساعی نے فیضان پایا
یہ سب ہے خلافت کا فیضان صاحب
ہمیں موتیوں کی لڑی بھی بنایا

○ (حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

وہی اک شجر یعنی شفقت کا سایہ
ہمارا اثاثہ دل و جاں کی مایا
نگاہوں کی ٹھنڈک دلوں کا سکوں ہے
ہمارے لئے ہے بہاروں کی چھایا
خدایا نہ آئے کبھی اس پہ زردی
جو گل تو نے شاداب ہر پل دکھایا
کوئی بے قراری نہ کوئی اداسی
کوئی دکھ نہ غم اس کے رخ پہ ہو چھایا
اسے اب بھی اپنی پناہوں میں رکھیو
خزاں سے ہمیشہ ہے جس کو بچایا
تو سن لے مری میرے جان چمن کو
خدایا شفا دے شفا دے خدایا
اٹھو ہم بھی جاگیں دعاؤں کی خاطر
اسے ہم نے عابد بہت ہے جگایا

○ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ وکیل المال اول تحریک جدید

میرے محبوب آقا نے نئی دنیا بسائی ہے
در یار ازل پہ اس نے اک دھونی رمائی ہے
کیا گھر بار کو قربان بہر حق وطن چھوڑا
حقیقی عشق کی دنیا کو اس نے راہ بتائی ہے
وہ اک شمع فروزاں ان گنت پروانے ہیں جس کے
اسی پر جان دے کر اک نئی جاں سب نے پائی ہے
خیال اسود و احمر نہیں ہے اس کی حجت میں
اسے خیرالبشر کی سیرت اقدس لبھائی ہے

○ مکرم سردار رشید احمد قیصرانی صاحب۔ ڈیرہ غازیخان

یہ صبح نو کی علامت یہ روشنی کا علم
کرن کرن میں جہاں اک پیام پنہاں ہے
کہ روشنی سے تمہارا لگاؤ ایسا ہو
ورق ورق کا ہونا کتاب سے جیسے
کہ بوئے گل تعلق گلاب سے ہے
کرن کرن میں جہاں اک پیام پنہاں ہے
کہ نفرتوں کے جہاں میں تمہارے ہاتھوں میں
محبتوں کا علم ہے علم اٹھاکے چلو
قدم ملا کے چلو جسم و جاں سجا کے چلو
یہ صبح نو کی علامت یہ روشنی کا علم
کرن کرن میں جہاں اک نوید پنہاں ہے
خدا کرے کہ یہ مکتب قلم کے سلطاں کا
حروف تازہ کا محور رہے زمانے میں
خدا کرے کہ سبھی قافلے محبت کے
یہیں سے لے کے چلیں منزلوں کے پروانے
خدا کرے کہ اسی اک چراغ کی لو سے
چراغ لاکھ نہیں صد ہزار لاکھ چلیں
خدا کرے کہ یہیں سے ہوں فارغ التحصیل
وہ طالبان محبت شعار ہو جن کا
خدا کرے کہ اسی کا ہو سایہ رحمت
خدا کرے کہ اسی کی رہے نگہبانی
وہی جو قادر مطلق ہے سب نشاں اس کے
وہ اس قدرت اول یہ قدرت ثانی

○ مکرم عبدالمنان ناہید صاحب۔ اسلام آباد۔

"خلافت"

اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً

محترم چوہدری محمد علی صاحب میرِ مشاعرہ اپنا کلام پیش کر رہے ہیں
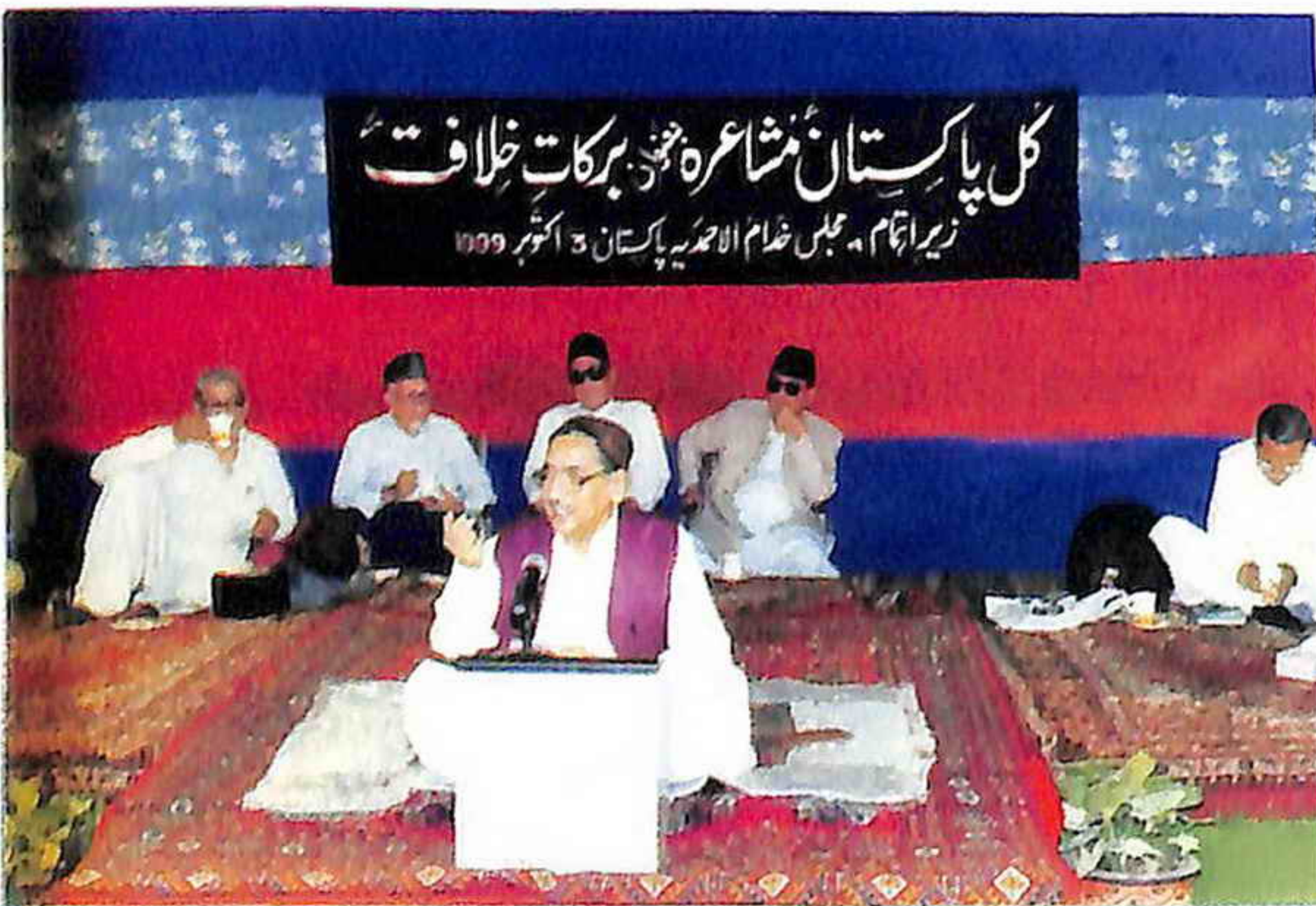
محترم ثاقب زیروی صاحب کلام پیش کرتے ہوئے

محترم رشید احمد صاحب قیصرانی کلام پیش کرتے ہوئے

مشاعرے میں شامل چند دیگر شعراء اپنا کلام پیش کرتے ہوئے

محترم چوہدری شبّیر احمد صاحب ۔

محترم عبدالمنان صاحب ناہید ۔

محترم اکرم محمود صاحب ۔

محترم احمد مبارک صاحب

سامعینِ کرام

خلافت روشنی صبح ازل کی
عروج آدم خاکی کی جھلکی
مقام اس کا ہے مضمر اس جنوں میں
حکومت یہ خدائے لم یزل کی

○ مکرم ثاقب زیروی صاحب۔ مدیر ہفت روزہ "لاہور"

سنی ہم نے جس دم نوائے خلافت
ہوئے جان و دل سے فدائے خلافت
ہے عرفان اسلام ہر سمت جاری
فلک گیر ہے اب صدائے خلافت
زمانے کی رفتار یہ کہہ رہی ہے
بقا عدل کی ہے بقائے خلافت
اندھیرے گھروں میں اجالے ہوئے ہیں
کہاں تک گئی ہے ضیائے خلافت

○ مکرم پروفیسر چوہدری محمد علی صاحب۔ ربوہ

یہ کس کے عکس کی آہٹ مکان میں آئی
یہ کون ہولے سے اترا ہے دل کے زینوں میں
وہی لباس وہی خدوخال ہیں اس کے
وہ ایک پھول ہے خوشبو کے آبگینوں میں
کبھی تو اس سے ملاقات ہوگی جلسے پر
کبھی تو آئے گا وہ وصل کے مہینوں میں

دوسری نشست

مکرم احمد مبارک صاحب نے کمپیئرنگ کے فرائض سرانجام دیئے اور ایک خوبصورت طویل نظم سے اس مشاعرہ (دوسری نشست) کا آغاز کیا۔ اور سب سے پہلے دعوت کلام دی مکرم آصف محمود باسط صاحب کو۔ آپ کے پیش کردہ کلام میں سے ایک شعر پیش خدمت ہے۔

تیری باتوں کو مان لیتے تھے
ہائے دل کس قدر تھے سادہ ہم

مکرم سید ناصر احمد صاحب لاہور سے تشریف لائے تھے۔ ان کے پیش کردہ کلام میں سے چند اشعار پیش ہیں۔

نکل کے دیکھ تیری دید کا گدا ہوگا
مرا ہی سر تیری دہلیز پر دھرا ہوگا
زمیں کا بوجھ بنا ہوں تو اب یہ سوچتا ہوں
زمیں کا بوجھ اٹھانا پڑا تو کیا ہوگا
یہ قصر شاہ نہیں جھونپڑی فقیر کی ہے
تو جس وقت بھی آئے گا در کھلا ہوگا
تمہیں زمیں کی عدالت پہ ناز ہے تو رہے
اب آسماں کی گواہی پہ فیصلہ ہوگا
اسے نصیب ہو بیعت جو میرے سورج کی
تو یہ زمانہ زمانوں کا پیشوا ہوگا

مکرم اکرم محمود صاحب (ربوہ) کی خوبصورت غزل کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

قیام کرنا میرے خون کی سرشت نہیں
کسی ستارے پہ ممکن نہیں ہے گھر میرا

ان کے بعد مکرم لئیق احمد عابد صاحب ربوہ تشریف لائے۔

جاں کلمہ توحید پہ کرتے ہیں نچھاور
لہراتے ہیں دنیا میں محمد کا علم بھی

عبدالکریم خالد صاحب جو کہ لاہور سے تشریف لائے۔ فرماتے ہیں۔

تو کبھی آئے جو گھر میں تو بچھادوں آنکھیں
میرے بے ساختہ پن میں تیرا انداز بھی ہے
دل بہت کھینچتی ہے کوچہ جاناں کی ہوا
اک دریچے میں کہیں چشم فسوں ساز بھی ہے
میں اسی شہر کی مٹی سے اٹھا ہوں خالد
جس کے ذروں میں مسیحائی کا اعجاز بھی ہے

آپ کے بعد عبدالکریم قدسی صاحب جن کا تعلق شاہدرہ ٹاؤن لاہور سے ہے یوں گویا ہوئے۔

مدت کے بعد شہر کو دیکھا ترے بغیر

مجھ کو عجیب سا لگا ربوہ ترے بغیر
کس کام کی ہے دیدہ بینا ترے بغیر
آتا نہیں نظر ہمیں رستہ ترے بغیر

مکرم ابن آدم صاحب نے چند مزاحیہ قطعات سے محفل کی سنجیدگی کو ذرا تبدیل کیا۔

بعد میں مکرم پروفیسر مبارک عابد صاحب نے ترنم سے غزل پیش کی۔

دیکھا ہے میں نے درد کی بانہوں میں درد کو
آنسو کی آنکھ سے بھی تھا آنسو ٹپک رہا
خوشبو کسی گلاب حویلی میں سو گئی
اور موجہ نسیم ہے صحرا میں تھک رہا
تجھ سے کہا تھا آئینوں کا کھیل تو نہ کھیل
اب کرچیاں سمیٹ لے کیوں ہے جھجک رہا

اس خوبصورت مترنم آواز میں پیش کی گئی غزل کے بعد تشریف لائے مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب۔ کہتے کہتے کیا کہہ گئے۔ ذرا چند شعر آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

میرا مسلک تو ہے محبت ظالم سے بھی پیار مجھے
یاد کرو نہ اپنی جفائیں ناحق مت شرماؤ جی
تاروں کی چھاؤں میں نکلا اپنے گھر کو چھوڑ گیا
یارو اس گلفام کو واپس اپنے گھر میں لاؤ جی
میرے گلشن کا ہر پتہ مالی مالی کہتا ہے
ایسی درد بھری آوازیں مالی تک پہنچاؤ جی

مکرم رشید احمد قیصرانی صاحب کے "فصیل لب" "نین جزیرے" اور "صدیوں کا سفر" کے نام سے تین مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔ آپ نے بہت ہی خوبصورت انداز میں اپنا کلام پیش کیا۔

اشکوں کے سیلاب میں اب تو من کی پیاس بجھانے دو
تن کی بوسیدہ دیواریں گرتی ہیں گر جانے دو
آج تو گھنگھرو باندھ کے یارو اس محفل میں جانے دو
بھلے شاہ کی طرح مجھے بھی نچ کے یار منانے دو

اور "اشک" جب بولنے لگتے ہیں تو ذرا آپ بھی سنیئے۔

وہ تو جب بولتے ہیں کون و مکاں بولتے ہیں
تم ڈرو ان سے جو اشکوں کی زباں بولتے ہیں
کل وہی لفظ ہی میزان سخن ٹھہریں گے
بند ہونٹوں سے جو یہ لب زدگاں بولتے ہیں
تم کو معلوم نہیں شہر پناہوں والو
کس قیامت کی زباں سیل رواں بولتے ہیں
چاہنے والے گزر جاتے ہیں چپ چاپ مگر
کوچہ یار میں قدموں کے نشاں بولتے ہیں

اور یہی اشک جب عبادت کا روپ دھاریں تو پھر

دل و نظر کی عبادتیں ہوں تو آنسوؤں کو امام کرنا
سمندروں کے سفر میں لازم ہے پانیوں سے کلام کرنا
جو سجدہ گاہیں تلاش کرنے لگے تو عمریں گزار دوگے
خود اپنے سائے کی صف بچھانا وہیں سجود و قیام کرنا

آپ کے بعد ایک اور کہنہ مشق شاعر مکرم عبدالمنان ناہید صاحب نے کلام پیش کیا۔ نظم کا عنوان تھا "اے ستم ایجاد"۔

دشت غربت میں مرے ذروں کی تابانی بھی دیکھ
اور وطن میں اپنے مرے خوں کی ارزانی بھی دیکھ
اے ستم ایجاد اپنے ہر ستم کے باوجود
میری جمعیت بھی دیکھ اپنی پریشانی بھی دیکھ

محترم ثاقب زیروی صاحب مدیر ہفت روزہ "لاہور" نے جو کہ بظاہر بڑھاپے اور کمزوری کی تصویر نظر آرہے تھے اپنی خوبصورت مترنم اور جوان آواز میں اپنی ایک پرانی اور طویل نظم سنائی۔ جس کا عنوان تھا "یاددھانی"۔ اس نظم کے بعد ایک غزل سامعین نے آپ کی آواز میں سنی۔ ایک بہت خوبصورت غزل۔ آپ بھی لطف اندوز ہوں۔

تجھ سے جدا تھا میں ترے غم سے جدا نہ تھا
میں راہ شوق میں کبھی تنہا رہا نہ تھا
حیرت ہے کیسے ہوگئی حائل شب فراق

حالانکہ دو دلوں میں کوئی فاصلہ نہ تھا
خوابوں کی جنتوں میں پھراتا رہا مجھے
وہ ایک خوبرو جو میرا آشنا نہ تھا
آہی گئی ہے دل میں تری یاد کی کرن
ہر چند میرے دل کا دریچہ کھلا نہ تھا
ہر شے پہ ایک مہر فنا ہے لگی ہوئی
اس زندگی کی راہ میں جو کچھ بھی تھا نہ تھا
ثاقب سکوں پذیر ہے یوں عرصہ حیات
جیسے یہاں کبھی کوئی محشر بپا نہ تھا

اس کے بعد آپ نے ایک نعتیہ نظم سنائی جس کے چند اشعار پیش ہیں۔

روح پر نقش ہے اک شخص محبت کی طرح
ذکر ہے جس کے فضائل کا عبادت کی طرح
رہنما آج بھی ہیں اس کے کف پا کے چراغ
دہر میں پھیلا ہے جو آج بھی نکہت کی طرح
شب ظلمات کا وہ نور جگر چیر گیا
جلوہ گر جب ہوا فاران پہ رحمت کی طرح

مرکز عطیہ خون کی نئی خوبصورت بلڈنگ کی تقریب افتتاح

امیر مقامی و ناظر اعلیٰ محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب نے افتتاح فرمایا

1994 سے اب تک 2711 افراد کی خون کی ضرورت اس مرکز سے پوری کی گئی۔ جس میں 848 افراد غیر از جماعت ہیں

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر اہتمام قائم شدہ مرکز عطیہ خون کی نئی دیدہ زیب اور خوبصورت بلڈنگ کا افتتاح 3 اکتوبر 99ء کو سہہ پہر احاطہ ایوان محمود میں عمل میں آیا۔ محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ مہمان خصوصی تھے۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم مبارک علی صاحب نے کی اور اس کا ترجمہ سنایا اس کے بعد مکرم حافظ عبدالحلیم صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فارسی نظم ترنم سے سنائی جس کا ایک شعر یہ ہے۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسم ہمیں راہم

فارسی نظم کے بعد انہوں نے اس کا اردو ترجمہ بھی سنایا۔

اس کے بعد حضرت مصلح موعود کا منظوم کلام

بابِ رحمت خود بخود پھر تم پہ وا ہوجائے گا
جب تمہارا قادر مطلق خدا ہوجائے گا

مکرم مشہود احمد ذیشان نے ترنم سے سنایا۔

اس کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ کے نائب صدر مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب نے اس مرکز کے قیام کی رپورٹ پیش کی۔

شیلڈز کی تقسیم

رپورٹ پیش ہونے کے بعد مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے مرکز عطیہ خون کی اس تعمیر میں مثالی خدمت پر خدام و احباب کو محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی طرف سے شیلڈز عطاء فرمائیں۔

صدر مجلس کا خطاب

مکرم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے شیلڈز کی تقسیم کی تقریب ختم ہونے پر مختصر خطاب کیا۔ جس میں اس تعمیر کی تکمیل پر اللہ کا شکر ادا کیا گیا نیز اس منصوبہ کے سلسلہ میں حضور ایدہ اللہ بصرہ العزیز کی شفقت اور دعاؤں پر اظہار تشکر کے ساتھ محترم ناظر صاحب اعلیٰ و دیگر کارکنان و معاونین اور آج کی تقریب میں حاضر احباب کے شکریہ کے ساتھ دعاؤں کی درخواست کی۔

خطاب محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب

آخر میں صدر محفل اور مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ الحمدللہ خدام الاحمدیہ پاکستان کو آج اپنے اس منصوبے کی تکمیل کی توفیق مل رہی ہے جس کے لئے کافی عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسی مرکزی جگہ ہو جہاں سے ربوہ کے مریضوں اور اردگرد کے ماحول کے مریضوں کو خون میسر آسکے۔ آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے شعبہ خدمت خلق کی کارکردگی کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ یہ شعبہ بہت اچھی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ جب بھی خون کی ضرورت پڑی ربوہ کے خدام نے بلڈ بینک کے ذریعے اس ضرورت کو پورا کیا۔ کسی مریض کو شکایت نہیں ہوئی۔ اور ایسے گروپ مثلاً او نیگیٹو گروپ جو بہت کم دستیاب ہوتا ہے۔ اس کی ضرورت پڑنے پر بھی 8-10 بوتلیں خون مہیا کر دیا گیا۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ اس تقریب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شرائط بیعت کی ایک شرط کو بینر پر

نمایاں لکھا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بیعت کنندہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں مصروف رہے گا اور جہاں تک اس کا بس چل سکے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ الحمد للہ ہمارے نوجوان اس شرط کو احسن رنگ میں پورا کرنے والے ہیں۔ جب بھی ان کو پکارا جاتا ہے لبیک کہتے ہوئے حاضر ہو جاتے ہیں محترم میاں مسرور احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود کے ایک ارشاد کے حوالے سے کہا کہ شریعت کے دو ہی اہم حصے ہیں۔ حق اللہ اور حق العباد۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک بڑھیا کو روزانہ حلوہ کھلانا اپنا طریق بنایا ہوا تھا۔ وہ فوت ہو گئے تو بڑھیا نے کہا کہ ابوبکرؓ فوت ہو گئے؟ لوگوں نے پوچھا تمہیں کیسے پتہ چلا۔ بڑھیا نے کہا آج ابوبکرؓ حلوہ لے کر نہیں آیا اس نے زندگی بھر کبھی ناغہ نہیں کیا۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ خدا کرے کہ کوئی دن ایسا نہ آئے کہ خون کی ضرورت ہو اور پوری نہ ہو سکے۔ اور کوئی بڑھیا ایسا نہ کہے کہ خدام کو کیا ہو گیا ہے آپ نے حضرت مصلح موعود کے ایک ارشاد کے حوالے سے فرمایا کہ ہم نے مذہب یا قوم کی حد بندی کے بغیر خدمت خلق کرنی ہے۔ ہندو ہو یا عیسائی یا سکھ سب ہمارے خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا ہمیں توفیق دے تو ہم نے ان سب کی خدمت کرنی ہے۔

حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ خدمت خلق لوگوں سے اجر کی خاطر نہیں کرنی بلکہ خدا کی خاطر کرنی ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری کامیابی میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ مومن کو ہمیشہ یہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اسے خدمت خلق کے مواقع میسر آتے رہیں۔

آخر میں محترم صاحبزادہ صاحب نے دعا کی کہ اللہ کرے جن مقاصد کے لئے یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے وہ پورے ہوں۔ خلفائے سلسلہ ہم سے خدمت خلق کی جو توقع رکھتے ہیں وہ ہم پورا کرنے والے ہوں۔ اور یہ ادارہ ایک مثالی ادارے کی حیثیت سے قائم رہے۔

آخر میں محترم صاحبزادہ صاحب نے دعا کروائی اور پانچ بجے شروع ہونے والی یہ تقریب پونے چھ بجے اختتام کو پہنچی جس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں مشروبات اور مٹھائی پیش کی گئی۔

متفرق امور

بلڈنگ کے گراؤنڈ فلور پر دیواروں پر جو چارٹس لگے ہیں ان میں قابل ذکر محترمہ بلقیس محمود صاحبہ کی ایک نظم ہے جس کا عنوان ہے خون کا عطیہ دینے والوں کے نام۔ یہ نظم نہایت گہرے تاثرات پر مبنی ہے مرکز عطیہ خون کی مساعی کا ایک چارٹ آویزاں ہے جس پر درج ہے کہ 1994ء سے 1999ء تک 1830 خدام نے عطیہ خون دیا۔ خدام کے علاوہ دیگر افراد کی تعداد 522 ہے۔ 311 خون کے بیگ ربوہ سے باہر بھجوائے گئے۔ 582 بیگ ہسپتال میں Bleed کئے گئے۔

عمارت کا بیرونی حصہ میرون رنگ کی اینٹوں پر مشتمل ہے جس کے یادگار روڈ والے حصے پر مرکز عطیہ خون اور خدمت خلق کے الفاظ سنہرے رنگ میں لکھے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ عطیہ خون کا لوگو بنایا گیا ہے۔ اس مرکز میں ربوہ کے تمام محلوں کے عطیہ خون دینے والے خدام کے نام اور ان کے محلوں اور ان کے خون کے گروپ کی ترتیب سے درج ہیں۔ پہلے یہ نام رجسٹروں پر درج تھے۔ ہر گروپ کا ایک الگ رجسٹر تھا۔

اب یہ ساری تفصیل کمپیوٹر میں فیڈ کر دی گئی ہے ہیں۔ ڈونرز کا ایک رجسٹر ہے جس میں ہر ڈونر کا نام ولدیت ایڈریس گروپ کا نام اور ساتھ یہ درج ہے کہ یہ خون کس ہسپتال کے کس وارڈ میں کس تاریخ کو کس مریض کو دیا گیا۔ مریض کی بھی ساری تفصیل درج کی جاتی ہے۔

اقصیٰ روڈ پر مرکز عطیہ خون کا خوبصورت معلق روشن بورڈ لگایا گیا ہے جو دور سے نظر آتا ہے۔ یہ عمارت ربوہ کی عمارتوں کی خوبی اور دلکشی میں ایک نیا اضافہ ہے۔ عمارت کے اندر ساز و سامان جدید قسم کا ہے۔ ہر سہولت مہیا کی گئی ہے۔ عمارت کو ہوادار بنانے کے لئے اطراف میں ہوا کی آمد و رفت کی جگہ رکھی گئی ہے۔ گراؤنڈ فلور میں ائر کنڈیشنر لگایا گیا ہے۔ Basement سمیت اس تین منزلہ عمارت کو خوبصورت فرنیچر کی فراہمی سے مزید زینت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس سنٹر کو ہر لحاظ سے کامیاب و کامران کرے۔ اور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے کارکنان و معاونین کو اس نافع الناس تعمیر پر اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

رپورٹ و تعارف مرکز عطیہ خون۔ ربوہ

یہ رپورٹ مرکز عطیہ خون کی افتتاحی تقریب میں محترم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب صدر کمیٹی مرکز عطیہ خون نے پڑھی

دوسروں کی تکلیف کا احساس اور اسے دور کرنے کی کوشش کرنا جماعت احمدیہ کا شعار رہا ہے۔ انسانی ہمدردی کے اسی جذبہ کے تحت ضرورتمند افراد کو اپنے جسم کا خون مہیا کرنا ایک نہایت گراں قدر خدمت ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ نوجوانوں میں اسی جذبہ کو اجاگر کرتے ہوئے بلاامتیاز ہر ضرورت مند شخص کی ضرورت پوری کرنے کی ہمیشہ تحریک اور جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اور احمدی خدام خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں کئی لحاظ سے شاندار خدمات کی توفیق پاتے رہے ہیں۔

مرکز سلسلہ اور اس کے گردونواح میں اس کام کی وسعت کے پیش نظر اس خدمت کو منظم کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے ۲۰ جولائی ۱۹۹۴ء کو احاطہ بیت المہدی گولبازار ربوہ میں "مرکز عطیہ خون" قائم کیا۔ یہاں تمام ضروری آلات اور دیگر سامان کے ساتھ ساتھ ٹیلی فون کی سہولت بھی مہیا کی گئی۔ تجربہ کار لیبارٹری ٹیکنیشنز کی خدمات حاصل کی گئیں۔ محترم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے اجتماعی دعا سے اس کا افتتاح فرمایا۔

اس کے قیام پر پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کی طرف سے اظہار خوشنودی پر مشتمل ایک خط محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے نام موصول ہوا جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"بلڈ بینک کھولنے کی مساعی قابل ستائش ہے۔ الحمدللہ۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ خدام کو اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے اور فضل عمر ہسپتال کے مریض اس کام سے فائدہ اٹھائیں۔ تمام کارکنان کو سلام"

اس مرکز عطیہ خون کے پلیٹ فارم سے نہ صرف عطیہ خون کی فوری فراہمی بلکہ ضرورت مندوں کی خدمت کے دیگر کاموں کو بھی نہایت منظم طریق سے سرانجام دیا گیا۔

اس عرصہ میں 2250 سے زائد ضرورت مند افراد کی خون کی ضرورت پوری کی گئی۔ ان میں سے قریباً 900 افراد غیر از جماعت تھے۔ فضل عمر ہسپتال ربوہ کے علاوہ بیرون ربوہ سے بھی کثیر تعداد میں لوگوں نے اس مرکز سے استفادہ کیا ہے۔ قریبی مقامات پر بھی ضرورت پیش آنے پر یہاں سے بلڈ بیگز اور رضاکار ڈونر خدام بھجوائے جاتے رہے ہیں۔

شعبہ گائناکالوجی و آبسٹیٹرکس کی سربراہ محترمہ ڈاکٹر نصرت جہاں صاحبہ نے مرکز عطیہ خون کی خدمات کے حوالے سے جذبات تشکر کا اظہار محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے نام ایک خط میں کچھ یوں فرمایا۔

"خدام الاحمدیہ کی یہ سروس فضل عمر ہسپتال اور خصوصاً خاکسارہ کے شعبہ کے لئے ایک نعمت ہے۔ آپ کا عملہ اخلاص کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔ بعض دفعہ انتہائی نامساعد حالات میں ایک سیریس کیس آجاتا ہے اور حقیقت میں زندگی اور موت کی کشمکش دوچار ہوتی ہے ایسے میں آپ کے عملے کی بروقت امداد اور معاونت سے بہت حوصلہ ہوتا ہے۔ ان سب کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کی مساعی کو کامیابیوں سے ہمکنار رکھے اور مقبول خدمات کی توفیق دیتا چلا جائے۔" آمین

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جہاں تک انسانی کوششیں

ساتھ دیتی ہیں خون کی فراہمی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کبھی تعطل نہیں آیا اور ایسے واقعات محض ایک دو نہیں بلکہ بیسیوں ہیں کہ محض بروقت خون کی فراہمی نئی زندگی دینے کا سبب بن گئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز پیارے آقا کی دعاؤں اور شفقت سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو احاطہ ایوان محمود میں اس کار خیر کے لئے ایک مستقل عمارت تعمیر کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔

اس عمارت کا سنگ بنیاد مورخہ ۸ مارچ ۱۹۹۹ء کو محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ نے اجتماعی دعا کے ساتھ رکھا۔

یہ عمارت احاطہ ایوان محمود کے جنوب مشرقی کونہ میں تعمیر کی گئی ہے۔ مرکزی دفاتر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے قرب میں اس کا واقع ہونا نہ صرف مجلس کے قیام کے بہت بڑے مقصد خدمت خلق کی طرف مزید پیش قدمی کا ایک عملی اظہار ہے بلکہ خاص طور پر احمدی نوجوانوں کے لئے خدمت خلق کے ایک منظم پلیٹ فارم کے ذریعہ اس میدان میں آگے بڑھنے کی ایک مسلسل تحریک بھی ہے۔

فضل عمر ہسپتال کے قریب ہونے کی بناء پر ہسپتال میں داخل مریضوں کے لئے یہ بہت آسانی کا موجب ہے پھر شہر کے قریباً وسط میں دو بڑی سڑکوں اقصیٰ روڈ اور یادگار روڈ کے سنگم پر ایک معروف مقام پر اس کا واقع ہونا اہل ربوہ کے لئے نہایت سہولت کا باعث ہے۔ نیز ریلوے سٹیشن اور بس سٹاپ کے قریباً درمیان میں ہونے کی وجہ سے بیرون ربوہ کے احباب بھی آسانی سے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔

یہ عمارت صرف موجودہ ہی نہیں بلکہ آئندہ کئی سالوں کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کی گئی ہے۔ تہہ خانے سمیت اس کی تین منزلیں ہیں۔ عمارت کا مین دروازہ نسبتاً کشادہ اور کم مصروف سڑک یادگار روڈ پر کھلتا ہے۔ عمارت میں داخل ہوتے ہی لاؤنج شروع ہو جاتا ہے جہاں سامنے استقبالیہ کاؤنٹر بنایا گیا ہے۔ بائیں طرف جس کے قریب آرام دہ سیٹوں پر 10`12 افراد کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ بلڈ اور ٹیسٹوں کے نتائج کا انتظار کرنے والے احباب یہاں بیٹھے ٹیلی ویژن پر ایم ٹی اے کی نشریات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ نیز ان کی معلومات میں اضافہ کے لئے مختلف معلوماتی مواد کئی شکلوں میں یہاں مہیا کیا گیا ہے۔ بعض تحریروں سے آنے والوں کو خود بھی خون کا عطیہ دینے کی تحریک ہوتی ہے۔

مین گیٹ کے دائیں طرف ایڈمنسٹریشن آفس ہے جس کے بالکل ساتھ ہی Donor's Area ہے جہاں نظامت خدمت خلق مجلس مقامی ربوہ کے ایڈیشنل ناظم اور ان کے معاونین عطیہ خون پیش کرنے والے خدام کے ساتھ مصروف عمل رہتے ہیں۔ یہاں دو Couches پر بیک وقت دو ڈونرز سے عطیہ خون لینے کی سہولت موجود ہے۔ Donors Area کے ساتھ لیبارٹری ہے جہاں انتقال خون سے پہلے خون کے ضروری ٹیسٹ کئے جاتے ہیں۔ یہاں ایک ریفریجریٹر میں خون کے مختلف بیگز محفوظ رکھے جاتے ہیں اور دروازہ شیشہ کا ہونے کے باعث خاص درجہ حرارت پر ریفریجریٹر کھولے بغیر ہی مختلف گروپس کے بلڈ بیگز کی موجودگی کا علم ہو جاتا ہے۔

ڈونرز کی حوصلہ افزائی کیلئے موسم کی مناسبت سے گرم یا ٹھنڈے دودھ، چائے یا جوس وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک کچن بھی گراؤنڈ فلور پر بنایا گیا ہے۔ گراؤنڈ فلور پر ایک بیت الخلاء بھی موجود ہے۔ لیبارٹری کے بائیں طرف اوپر اور نیچے جانے کے لئے سیڑھیاں ہیں۔ تہہ خانے میں بھی لکڑی اور شیشے کے ذریعہ Partition کر کے مختلف Cabins بنا دیئے گئے ہیں جہاں ایک جانب کمپیوٹر اور ریکارڈ روم ہے۔ ادویات اور دیگر ضروری آلات کے لئے ایک کیبن مخصوص ہے۔ اسی طرح ایک کیبن میں آئندہ سالوں میں بلڈ بنک کے استعمال میں آنے والے نئے آلات کے لئے جگہ فراہم کی گئی ہے۔ نیز آئندہ وقت میں یہاں Eye-bank قائم کرنے کی سکیم بھی زیر غور ہے۔ فرسٹ فلور پر ایک کشادہ کانفرنس ہال ہے جہاں انتظامیہ کمیٹی اور نظامت خدمت خلق کے کارکنان وقتاً فوقتاً میٹنگز کر سکتے ہیں۔ نیز حفظان صحت اور عطیہ خون کی تحریک وغیرہ کیلئے مختلف لیکچرز وغیرہ کا انتظام کیا جا سکتا ہے۔ محترم صدر

صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی زیر ہدایت مجلس ربوہ کے 40 منتخب خدام پر مشتمل ایک ٹیم تشکیل دی گئی ہے جو ضرور تمندوں کی خدمت کیلئے منظم طریق پر مستعدی سے مصروف عمل ہوا کرے گی۔ انہیں فرسٹ ایڈ وغیرہ کی تربیت دینے کیلئے کل سے یہاں لیکچرز کا آغاز کیا جارہا ہے۔ جس کا انتظام مکرم ڈاکٹر عبداللہ پاشا صاحب مہتمم خدمت خلق کے سپرد ہے۔ یہاں ایک کمرہ Rest Room کے طور پر بنایا گیا ہے جہاں لمبے وقت کے لئے کام کرنے والے کچھ دیر کے لئے آرام کر سکتے ہیں۔ نیز ہنگامی صورت میں زیادہ بلڈ کی ضرورت پیش آنے پر یہاں بھی خدام سے خون کا عطیہ لیا جاسکتا ہے۔

فرسٹ فلور سے چھت پر سیڑھیوں کے ذریعہ جایا جاسکتا ہے۔ لیکن چھت پر لے کر جانے والا دروازہ اور گراؤنڈ فلور سے ایوان محمود کی طرف جانے والا دروازہ بالعموم مقفل رہے گا۔ بلڈ بینک کے مختلف فلور اور شعبہ جات میں باہمی فوری رابطہ کے لئے انٹر کام سسٹم بھی قائم کیا گیا ہے۔ بجلی کی رو میں تعطل کی صورت میں Convertor موجود ہے۔ اسی طرح ایوان محمود سے جنریٹر کا کنکشن بھی مہیا کیا گیا ہے۔

اِس نہایت خوبصورت عمارت کا نقشہ آرکیٹیکٹ مکرم پروفیسر محمد طارق صاحب نے بہت محنت سے تیار کیا ہے۔ صرف نقشے کی تیاری ہی نہیں بلکہ آپ تعمیراتی کاموں میں مختلف مرحلہ پر راہنمائی اور حسب ضرورت ہر ممکن مدد نہایت محبت اور اخلاص سے کرتے رہے۔ نقشے کی ایک انفرادیت اور خوبصورتی یہ ہے کہ بہت کم جگہ پر زیادہ سے زیادہ Activity کے لئے ہر ممکن حد تک کھلی Space مہیا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسی بناء پر سول انجینئر مکرم محمد عارف صاحب اور مکرم طاہر سعید صاحب کو اس کے Structure کی تیاری میں کافی محنت کرنا پڑی اور پھر تعمیر کا مرحلہ بھی اس وجہ سے معمول سے زیادہ محنت طلب تھا لیکن ٹھیکیدار مکرم ولی محمد صاحب اور مکرم عتیق الرحمٰن صاحب کے تعاون سے خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ بھی بخیر وخوبی مکمل ہوا۔

تعمیر کی تفصیلی منصوبہ بندی، موزوں تعمیراتی سامان کا انتخاب، اس کی خریداری، بحفاظت ترسیل، جائے تعمیر پر پہنچنے کے بعد اس کی چیکنگ، حفاظت اور استعمال، بلوں کی منظوری اور ادائیگی، تعمیراتی کاموں کی نگرانی، کارکنان کی حوصلہ افزائی، اچھے کاریگروں سے رابطہ اور ان سے تعاون کا حصول جیسے بے شمار کاموں کی سرانجام دہی واقعتا بہت مشکل تھی لیکن محض خدا تعالیٰ کے فضل سے نہ صرف ربوہ بلکہ لاہور، کراچی اور فیصل آباد سے بھی ایسے تعاون کرنے والے خدام میسر آتے رہے جن کی مدد سے ایسے سارے امور ساتھ ساتھ مکمل کئے جاتے رہے۔ صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان محترم راجہ منیر احمد خان صاحب جملہ کاموں کی بنفس نفیس نگرانی فرماتے رہے۔ ان کی سرپرستی اور راہنمائی قدم قدم پر ہمیں حاصل رہی۔ اراکین کمیٹی مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب، مکرم قمر احمد کوثر صاحب، مکرم راجہ رفیق احمد صاحب، مکرم مجد الدین مجد صاحب اور مکرم انوار احمد خان صاحب کے علاوہ معتمد مجلس مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب محاسب مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب اور مکرم ڈاکٹر گلزار احمد صاحب کا تعاون بھی شامل حال رہا۔

مکرم ادریس احمد صاحب، مکرم حافظ حفیظ الرحمٰن صاحب، مکرم حافظ پرویز احمد صاحب، مکرم طارق محمود ناصر صاحب اور مکرم عطاء العزیز صاحب تعمیراتی کاموں کی نگرانی کی ڈیوٹی ادا کرتے رہے۔ سول انجینئر مکرم محمد جمیل صاحب اور مکرم عطاء الحی صاحب اور اوورسئیر مکرم منظور احمد صاحب بھی وقتاً فوقتاً چیکنگ کر کے ہماری مدد کرتے رہے۔ اس کے علاوہ ان افراد کی فہرست نہایت طویل ہے جو مختلف مراحل پر نہایت اخلاص سے ہمارے ساتھ تعاون کرتے رہے اور ایسے احباب بھی جو اپنے قیمتی مشوروں اور دعاؤں سے ہماری مدد فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سبھی کو اپنے بے شمار فضلوں سے نوازتے ہوئے نہایت احسن جزا دے۔

اس تعمیر کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اس عمارت کے اخراجات صرف چند مخیر احباب جماعت نے نہایت خوشی کے ساتھ مہیا فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ

انہیں اپنے خاص فضلوں سے نوازتے ہوئے اجر عظیم عطا فرمائے۔

رب العزت کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس مرکز عطیہ خون کو ضرورتمند افراد کی فوری خدمت کا ایک مثالی مرکز بنا دے۔ بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت کا یہ ذریعہ روز افزوں ترقی کی منازل طے کرتا رہے اور اس خدمت کو اپنے فضل سے شرف قبولیت بخشے۔ اس کی تعمیر و ترقی میں کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لینے والے سب افراد، تمام کارکنان اور عطیہ خون پیش کرنے والے جملہ افراد کو اپنی رضا سے نوازے۔ اور ہم سب کو اس کار خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

آخر پر خاکسار آج کے نہایت محترم مہمان خصوصی کی خدمت میں درخواست کرتا ہے کہ مرکز عطیہ خون کی اس تعمیر میں مثالی خدمت پر احباب میں شیلڈز تقسیم فرما کر اپنے افتتاحی خطاب و دعا سے نوازیں۔

عالمگیر جماعت احمدیہ

کو عظیم الشان ترقیات

مبارک

منجانب

مبارک مبشر بخاری

بٹ رائس ملز اینڈ

رائس ڈیلر

بائی پاس روڈ چونڈہ

ضلع سیالکوٹ

ہر قسم کے چاول کی اعلیٰ کوالٹی کا مرکز

مرکزِ خریداری گندم، منجی، سورج مکھی

پروپرائٹر

مولا بخش بٹ، خالد احمد بٹ، غفار احمد بٹ

ایم ٹی اے کی ڈیجیٹل نشریات کے

آغاز اور ترقی پر ہدیہ تبریک پیش

کرتے ہیں:

منجانب

قائد مجلس و عاملہ خدام الاحمدیہ

سرائے عالمگیر ضلع جہلم

محبت سب کے لئے

نفرت کسی سے نہیں

منجانب

طاہر سیٹھی کراکری سینٹر

ٹوپا محلہ۔ جہلم

Shahtaj Sugar
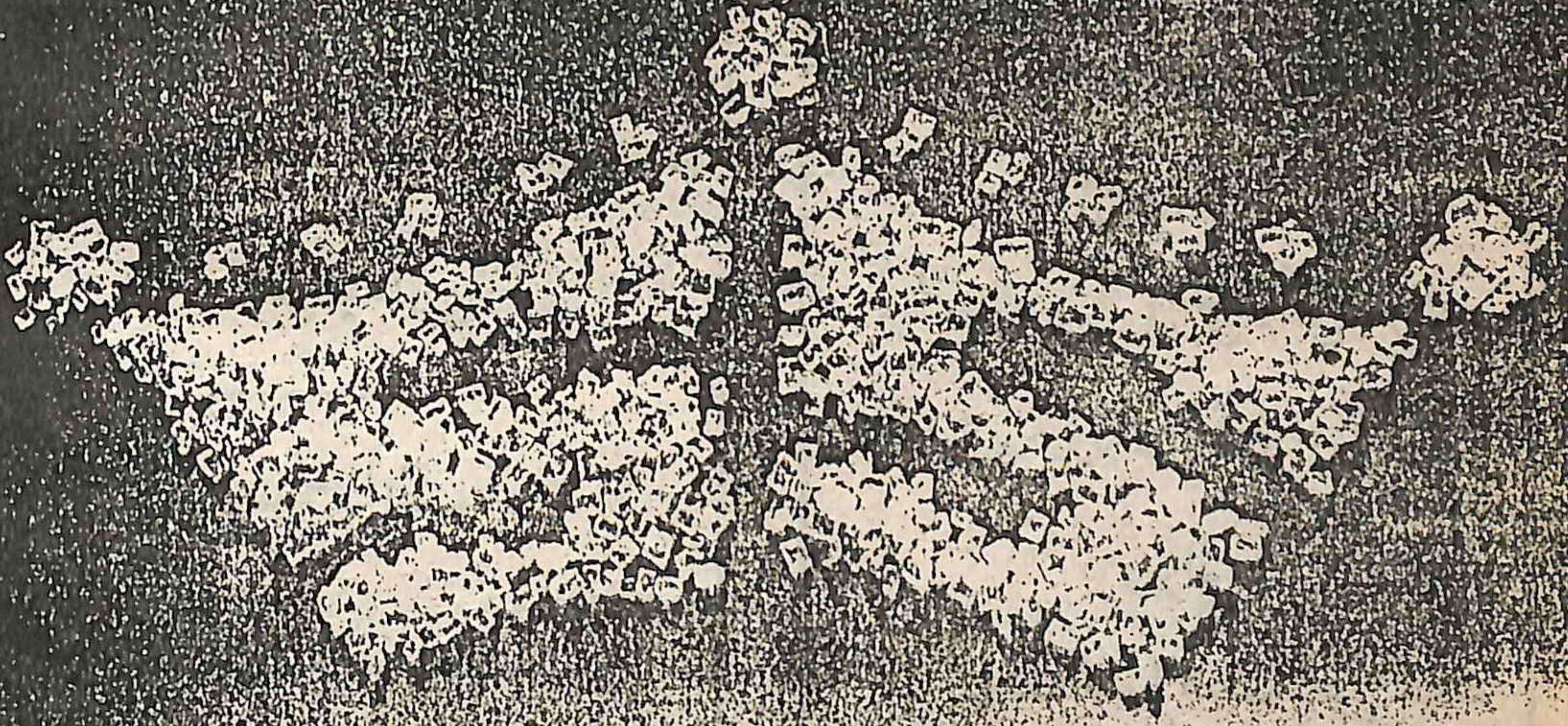
— the Sweet Fruit of Success shared alike by Growers, Consumers, Workers & Shareholders.

The sharing of this "sweet fruit" makes it even sweeter.
For the sugarcane grower who reaps richer gains off his crop.
For the consumer who gets greater value for his money.
For the worker whose efforts get rewarded by bigger bonuses.
And for the shareholder
who gets higher dividends on his Shahtaj shares.

Shahtaj Sugar Mills Limited

Plant: Mandi Bahauddin, Dist. Gujrat, Phones: 3796, 3797, Fax: (0456) 2768
Head Office: 39/A Zafar Ali Road, Gulberg-V, Lahore 54660
Phones: 877001-3, Fax: (042) 871904, Telex: 47144 SHTAJ PK.
Regd. Office: 19, West Wharf, Karachi: Phones: 200146-50, 202690 Telex: 23923 NAWAZ PK.

adcom 911/90-R

REQUESTED TO PRAY SPECIAL FOR
M/S SHAH TAJ SUGAR MILLS LTD., MANDI BAHAUDDIN.
& QIADAT KHUDDAM-UL-AHMADIYYA, DISTT. MANDI BAHAUDDIN.

تعمیر مرکز عطیہ خون میں نمایاں خدمت کرنے والے محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب سے یادگاری شیلڈز لیتے ہوئے

محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر
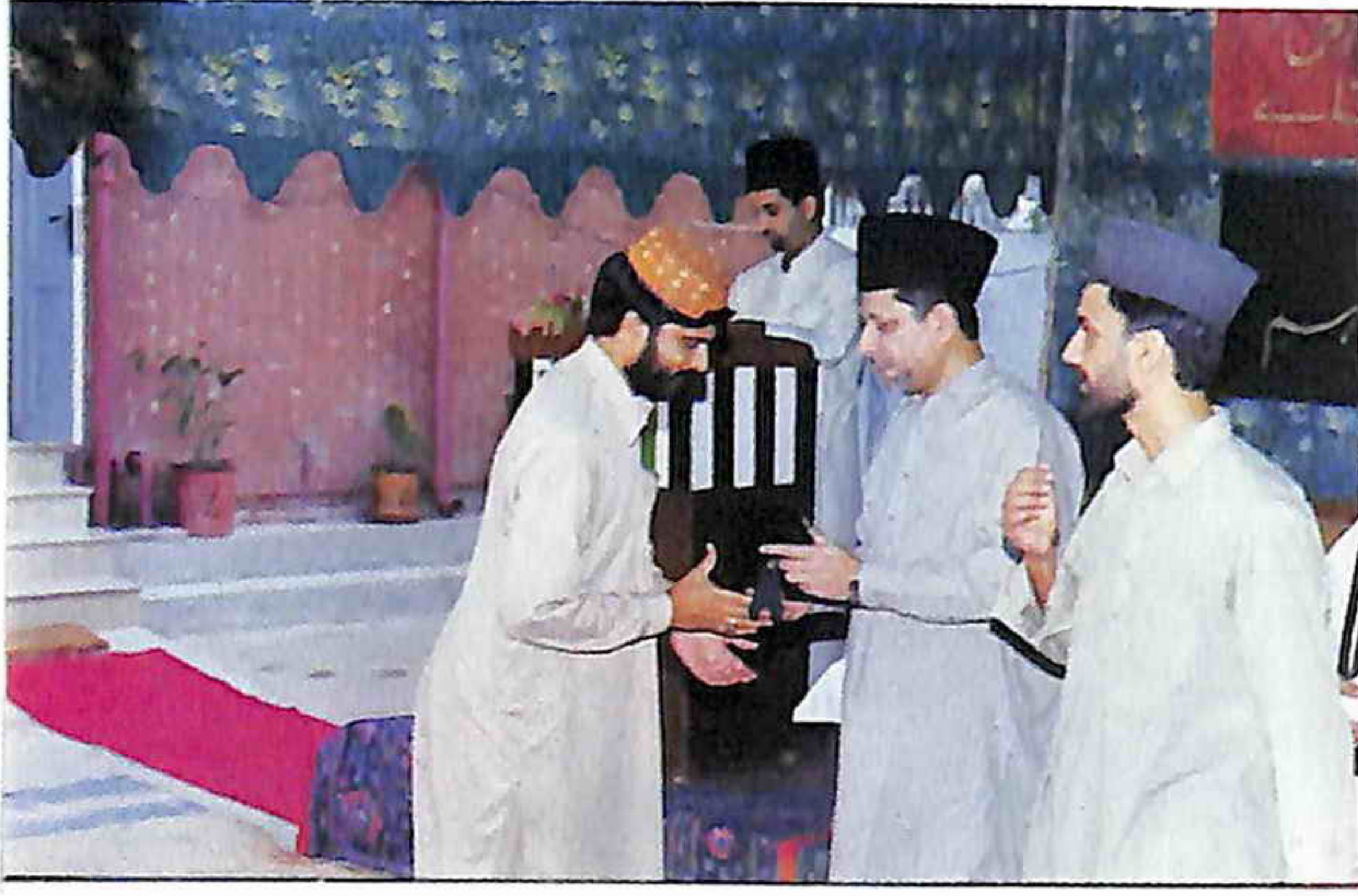
محترم حافظ عبد الاعلیٰ صاحب معتمد مجلس۔

محترم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب معاون صدر۔
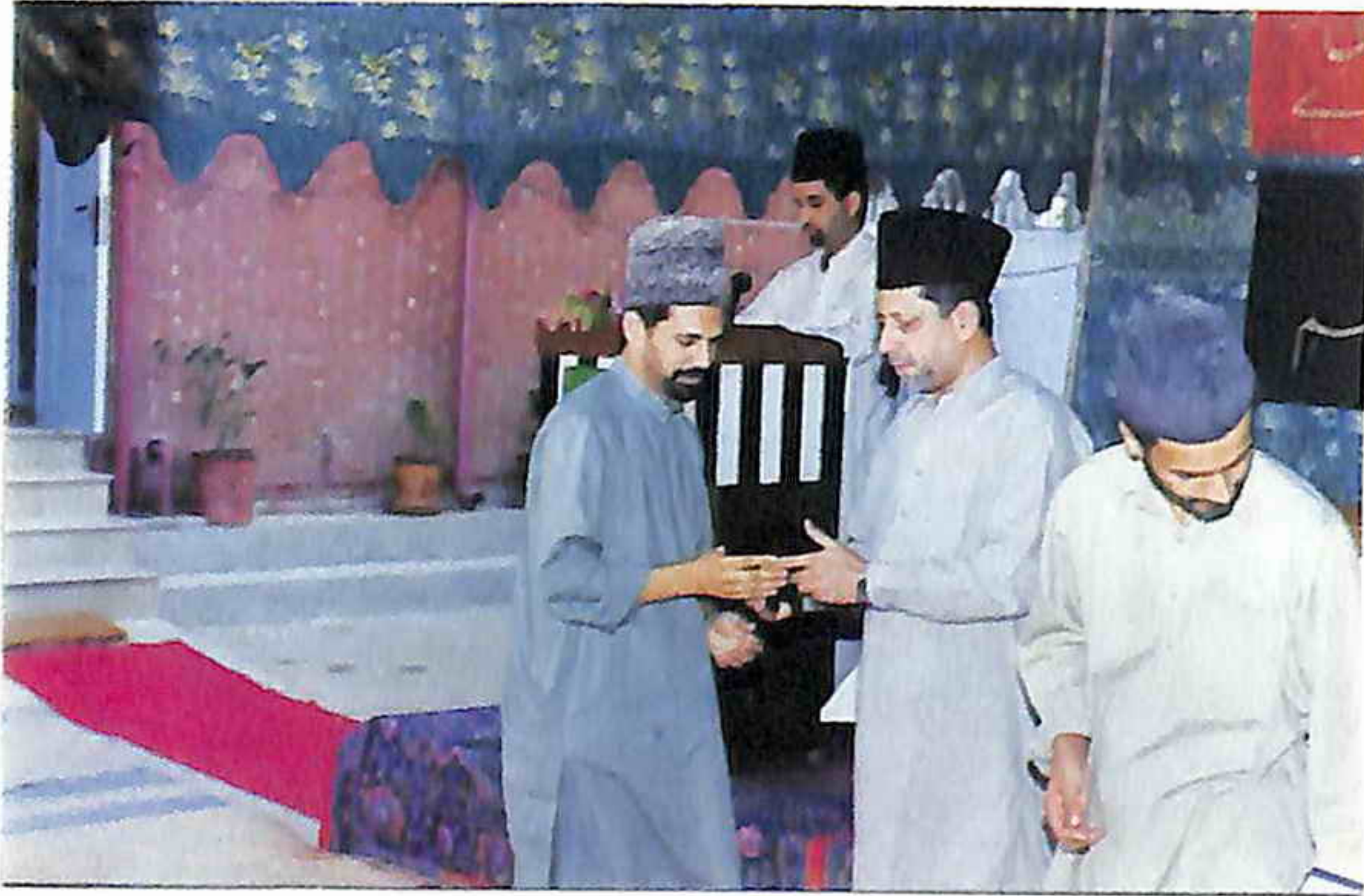
محترم راجہ رفیق احمد صاحب مہتمم مال۔

محترم پروفیسر طارق احمد صاحب۔

محترم انوار احمد خان صاحب۔

Monthly **Khalid** Rabwah

Regd. No . CPL - 139 Editor. Sayyed Mubashir Ahmad Ayaz October 1999

چھٹی سالانہ علمی ریلی - اختتامی تقریب

محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ اختتامی تقریب سے خطاب فرماتے ہوئے

اختتامی تقریب میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان خادم کا عہد دہراتے ہوئے

مہمانانِ گرامی اور شرکاءِ علمی ریلی ساتھ عہد دہرا رہے ہیں